جلد 3 شمارہ 5 جولائی 2001ء ربیع الثانی 1422ھ

(الرعد)

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کا۔ اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا ٹھکانہ ہے۔

اللہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت۔ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

اغراض و مقاصد

- کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق خالص توحید' اتباع رسول ﷺ' کثرت ذکر' مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اسکی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا۔
- حضور ﷺ کے اصحابہ کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت ہی مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ و نفرت' حسد و بغض' تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ' تسلیم و رضا' عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا۔
- فرقہ واریت' مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا' تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات' اہل و اعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا۔
- اللہ تعالی کی رضا' اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے انکے اخلاق کی اصلاح کرنا۔

عالمگیر محبت' اکرام انسانیت اور فلاح آدمیت کا علمبردار

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ

آدمیت فلاح

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

جلد 3 شمارہ 5 جولائی 2001ء ربیع الثانی 1422ھ

محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

قیمت ——— 15/- روپے　　سالانہ فنڈ ——— 150/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

محمد صدیق ڈار توحیدی

کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-268424

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:

وحید احمد

تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-293379

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-255519

E-mail: toheddia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

برادران سلسلہ اور معزز قارئین کرام! الحمدللہ ہمارے مجلّہ "فلاح آدمیت" کو شروع ہوئے تقریباً تین سال سے زائد ہو چکا۔ اس مجلّہ کا مقصد جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں محض ایک دینی رسالے کا اضافہ نہیں۔ بلکہ بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے راہ حق متلاشیوں کو جو تعلیم دی ہے اس کو برادران حلقہ اور دیگر قارئین کرام تک پہنچانا ہے۔ اس میں صحیح اسلامی فکر اور تصوف کا پرچار ملتا ہے۔ عقیدہ توحید جو کہ آج محض علم کلام کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ اسلامی معاشرے میں اس کی اہمیت اور افادیت کو واضح کیا گیا ہے۔ ہماری تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان جب بھی انتشار اور انار کی کا شکار ہوئے ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ عقیدہ توحید کی کمزوری رہی ہے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان میں کمی ہوتی ہے انسان کو طاغوتی طاقتیں گھیر لیتی ہیں۔ وہ دل جس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور محبت ہوتی ہے وہ دل نفسانی خواہشات کا گھر بن جاتا ہے۔ اپنے حقیر سے ذاتی مفاد کی خاطر دین و ایمان کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ آخر کار دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد رہتا ہے۔

وہ لوگ جن کا ایمان اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ پر مضبوط اور محکم تھا۔ ان لوگوں نے ایسے ایسے محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ انسانی عقل ان کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ مومن کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ایک ایسی زبردست قوت ہے جو اس کو ہر قسم کے خوف سے آزاد کر دیتی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو کلمہ حق کہنے سے روک نہیں سکتی یہ توحید ہی کی قوت تھی جس کے بل پر صحابہ اکرامؓ نے آدھی سے زیادہ دنیا کو بہت تھوڑے عرصہ میں فتح کیا۔ اور شاہان عرب و عجم کے سروں کو خاک آلود کیا۔ اور ان علاقوں کے لوگوں تک بھی اللہ کا پیغام پہنچایا جو ان کی قلمرو سے باہر تھے۔ ان کی واضح مثال چین اور انڈونیشیا کے مسلمان جو کبھی بھی خلافت اسلامیہ کے زیر اثر نہیں رہے۔

قبلہ انصاری صاحبؒ نے بھی اسی لئے عقیدہ توحید کی مضبوطی کا درس دیا ہے۔ تاکہ ہم تمام باطل خداؤں سے منہ موڑ کر اس وحدہ لاشریک کی اطاعت میں داخل ہو جائیں جو کہ ذات و صفات

میں یکتا ہے وہی ہم سب کا حاجت روا اور مشکل کشاء ہے اسی لئے قبلہ انصاری صاحب ؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی اور عقیدہ توحید کی مضبوطی کو سلسلہ کی تعلیمات کا بنیادی جزو قرار دیا۔ کیونکہ قبلہ انصاری صاحب ؒ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی جو حالت زار ہے۔ اس کی بنیادی وجہ عقیدہ توحید کی کمزوری ہے۔

انہی تعلیمات کی اشاعت کے لئے قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے مجلّہ کے اجراء کا فیصلہ فرمایا اور اس کی ذمہ داری سابقہ خادم حلقہ گکھڑ عبدالقیوم ہاشمی، عامر رشید انصاری اور راقم کے سپرد کی۔ بطور ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی صاحب نے اپنے فرض کو بڑے احسن طریقہ سے نبھایا۔ آج مجلّہ کا جو قدو قامت ہے یہ عبدالقیوم صاحب کی محنتوں کا ثمر ہے۔

عبدالقیوم صاحب کاروباری مصروفیت کی وجہ سے گکھڑ سے چلے گئے ہیں۔ اس لئے قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب نے ایڈیٹر کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے۔

تمام برادران سلسلہ اور قارئین کرام سے درخواست ہے کہ مجلّہ کے متعلق ہر قسم کی خط و کتاب بسلسلہ ایڈیٹر میرے ایڈریس پر کی جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اس ذمہ داری کو بخوبی سرانجام دینے کی استطاعت عطا فرمائے آمین۔

والسلام! وحید احمد

درس قرآن

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر (الحجرات آیت 13)

"لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ پھر تمہارے قبیلے، نسلیں اور قومیں بنائی ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور نیکوکار ہے۔ نسل اور قبیلہ ذریعہ عزت نہیں۔ یقیناً" اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبردار ہے"

تفسیر و تشریح

گزشتہ شمارے میں سورۃ الحجرات کے وہ احکامات اور ہدایات بیان کی گئی ہیں جو کسی بھی معاشرے کے امن، بھائی چارے اور خوشگوار تعلقات کو خراب کر کے باہمی نفرت حقارت اور دشمنی کا سبب بنتی ہیں، مگر ان احکامات اور ہدایات کے مخاطب صرف مومن تھے۔ اب اس سورت کے آخر میں تمام دنیا کے انسانوں کو مخاطب کر کے اس عظیم گمراہی اور فتنے کی اصلاح کی گئی ہے جو دنیا میں ہمیشہ عالمگیر فساد اور انسانی تباہی کا موجب بنی ہے اور وہ گمراہی انسانوں کے درمیان رنگ، نسل، وطن، زبان اور قومیت کا تعصب ہے۔

قدیم زمانوں سے لے کر آج تک انسان عام طور پر انسانیت کے رشتے اور تعلق کو نظرانداز کر کے اپنے اردگرد چھوٹے چھوٹے امتیاز و افتراق کے دائرے کھینچتا چلا آیا ہے۔ جن کے اندر پیدا ہونے والوں کو اور ان امتیازی دائروں سے باہر رہنے والوں کو غیر و اجنبی قرار دیا جاتا رہا ہے۔ انسان کے اپنے اردگرد کھینچے ہوئے دائرے کسی عقل اور اخلاق کی بنیاد پر نہیں تھے بلکہ اتفاقی پیدائش کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ کہیں یہ دائرے خاندان، قبیلے یا نسل کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں۔ کہیں جغرافیائی خطے، علاقے ملک اور وطن کی بنیاد پر کھینچے گئے ہیں تو کہیں خاص رنگ، زبان کے فرق پر دائرہ کھینچا گیا ہے۔ پھر ان دائروں میں رہنے والے اور پیدا ہونے والے باہمی محبت اور تعاون کے ساتھ رہتے، مگر ایسا نہیں ہوا۔ یہ تمیز رنگ و نسل زبان اور قوم ایک دوسرے کی تذلیل و تحقیر، عداوت اور دشمنی، ظلم و زیادتی کی بدترین صورتیں اختیار کر گئی۔ اس کے لئے فلسفے گھڑے گئے۔ مذہب

ایجاد ہوئے، قانون بنائے گئے اور اصول وضع کئے گئے۔

یہودیوں نے اسی بنیاد پر بنی اسرائیل کو خدا کی منتخب مخلوق ٹھہرایا اور اپنے مذہبی احکامات تک میں غیر اسرائیلیوں کو حقوق اور مرتبے کے اعتبار سے برتر اور کمتر سمجھا۔ وقالت الیهود لیست النصاری علی شیی وقالت النصاری لیست الیهود علی شیی وهم یتلون الکتب کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولهم فاالله یحکم بینهم یوم القیمه فیما کانوا فیه یختلفون (سورہ بقرہ، رکوع ۱۳، آیت ۱۱۳)۔ یہودی کہتے کہ نصاریٰ کی کوئی حیثیت نہیں اور نصاریٰ یہودیوں کے متعلق کہتے اور یہ آیات کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ ان سے پہلے لوگ بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔ اللہ ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا۔

ہندوؤں کے ہاں اس امتیازی دائرے نے برہمنوں کو برتری دلائی۔ اونچی ذات والوں کے مقابلے میں دوسرے لوگ نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے۔ شودروں کو ذلت و رسوائی کی گہرائیوں میں پھینکا گیا۔ کالے اور گورے کی تمیز نے افریقہ اور امریکہ میں جو ظلم ڈھائے یا ڈھائے جا رہے ہیں آج بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔ یورپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اور ایشیاء و افریقہ کی کمزور قوموں پر تسلط قائم کر کے جو برتاؤ کیا اس کی تہہ میں یہی تصور کار فرما رہا کہ وطن اور قوم کی حدود سے باہر پیدا ہونے والوں کی جان و مال اور آبرو ان پر حلال ہے اور انہیں حق پہنچتا ہے کہ وہ انہیں لوٹیں، غلام بنائیں اور ضرورت پڑے تو ان کا وجود تک مٹا دیں۔

مغربی قوموں کی قوم پرستی نے انہیں دوسری قوموں کے لئے جس طرح درندہ بنا رکھا ہے۔ اس کی بدترین مثال زمانہ قریب کی جنگوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ نازی جرمنی کا فلسفہ نسلیت اور نارڈک نسل کی برتری کا تصور پچھلی جنگ عظیم میں جو کرشمے دکھا چکا ہے اسے ذہن میں رکھا جائے تو باآسانی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ نسلی امتیاز، وطنی و قومی تعصب کتنی عظیم تباہ کن گمراہی ہے۔

تین حقیقتیں

۱۔ قرآن کریم نے اس مختصر آیت میں تمام انسانوں کو مخاطب کر کے تین نہایت اہم اصولی

حقیقتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ تم سب کی نسل ایک مرد اور عورت سے وجود میں آئی ہے اور آج جو تمہاری بے شمار نسلیں دنیا میں پائی جاتی ہیں وہ در حقیقت اسی ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں۔ ایک ہی خدا تمہارا خالق ہے۔ ایسا نہیں کہ مختلف خداؤں نے مختلف انسانوں کو پیدا کیا ہو' ایک ہی مادہ تخلیق سے تم پیدا ہوئے ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ کچھ لوگ پاک اور بڑھیا قسم کے مادے سے پیدا ہوں اور دوسرے گھٹیا مادے سے پیدا ہوئے ہیں۔ ایک ہی ماں باپ کی تم اولاد ہو' یہ بھی نہیں کہ ابتدائی انسانی جوڑے مختلف رہے ہوں۔

2۔ دوسری اصولی حقیقت یہ بتائی کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہونے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ ظاہر ہے پوری دنیا پر سارے انسانوں کا ایک ہی خاندان تو نہیں ہو سکتا۔ نسلوں کے بڑھنے کے ساتھ لازمی تھا کہ بے شمار خاندان بنیں' پھر خاندانوں سے قومیں اور قبیلے وجود میں آئیں۔ اسی طرح زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہونے کی وجہ سے رنگ' خدوخال' زبانیں اور رہنے سہنے کے انداز بھی مختلف ہو سکتے تھے۔ ایک ہی خطے میں رہنے والوں کو قریب اور دور کے خطے میں بسنے والوں کو لازماً دور دراز ہونا تھا۔ مگر اس قدرتی فرق کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس کی بنیاد پر ایک اونچا دوسرا نیچا' ایک شریف دوسرا کمین' ایک برتر اور دوسرا کمتر سمجھا جائے۔ ایک نسل دوسری پر فضیلت جتائے۔ ایک رنگ کے لوگ دوسرے رنگ والوں کو حقیر و ذلیل جانیں۔ ایک قوم دوسری پر برتری جتائے اور انسانی حقوق میں ایک گروہ کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی گروہوں کو جس طرح اقوام و قبائل کی شکلوں میں مرتب فرمایا تھا وہ صرف یہ تھا کہ ان کے درمیان باہمی تعاون و تعارف کی صورت ہو۔ ایک خاندان' ایک برادری' ایک قبیلے اور قوم کے لوگ مل کر مشترک معاشرت بنا سکیں اور زندگی کے معاملات میں ایک دوسرے کے مددگار بن سکیں۔ مگر اللہ نے جس چیز کو تعارف و شناخت کے لئے بنایا تھا اسے شیطانی جہالت نے فخر اور نفرت کا ذریعہ بنا دیا اور پھر نوبت ظلم و زیادتی تک آ پہنچی۔

3۔ تیسری حقیقت اس آیت میں یہ بیان ہوئی ہے کہ انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد اگر کوئی ہے یا ہو سکتی ہے تو وہ صرف اخلاقی فضیلت ہے۔ ان کا طریق پیدائش بھی ایک ہے ان کا سلسلہ نسب بھی ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی شخص کا کسی

خاص خاندان، قوم، قبیلے، ملک میں پیدا ہونا سراسر اتفاقی بات ہے جس میں کسی کے ارادے، اختیار اور انتخاب اور ذاتی کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ کوئی معقول وجہ نہیں کہ پھر کوئی دوسرے پر اپنی فضیلت اور برتری کا دعویٰ کرے۔ جس خدا نے اسے کسی خاندان، ملک، قبیلے اور قوم میں پیدا کیا ہے اس کی برتری اور فضیلت اسی میں ہے کہ وہ اس خدا کا شکر گزار بندہ بنے، اس سے خوف کھائے اور اس کی تابع فرمانی کا حق ادا کرے۔ برائیوں سے بچنے والا ہو، پاکیزگی کی راہ اختیار کرے۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، قبیلے، قوم، ملک اور خاندان سے تعلق رکھے اپنی ذاتی خوبی کی وجہ سے قابل قدر ہے اور جو اس کے برعکس ہو وہ بہرحال کمتر درجے کا انسان ہے۔ خواہ وہ کالا ہو، گورا ہو، مشرق کا ہو یا مغرب کا ہو۔ قرآن کریم کی اس مختصر آیت میں جو حقیقتیں بیان ہوئی ہیں انہیں رسول خدا ﷺ نے اپنے خطبات اور ارشادات میں زیادہ کھول کر بیان کیا ہے۔

ارشادات رسول ﷺ

فتح مکہ کے موقعہ پر طواف کے بعد آپ ﷺ نے جو تقریر فرمائی تھی اس میں فرمایا۔ الذی ذھب عنکم عیبہ الجاھلیہ و تکبرھا یایھا الناس الناس احلان تقی کریم علی اللہ و فاجر شقی ھین علی اللہ الناس کلم بنوادم و خلق اللہ ادم من تراب (ترمذی)۔ شکر ہے خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کے عیب اور تکبر دور کر دیا۔ لوگو! تمام انسان صرف دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک نیک اور پرہیز گار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے۔ دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے۔ ورنہ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

حجتہ الوداع کے موقعہ پر تقریر میں فرمایا یاایھا الناس الا ان ربکم واحد لا فضل لعربی علی العجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لا سود علی احمر ولا لا حمر علی اسود الا بالتقوی ان اکرمکم عنداللہ اتقکم الا بلغت قالوا بلی یارسول اللہ قال فلیبلغ الشاھد الغالب لوگو! خبردار رہو تم سب کا خدا ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے اعتبار سے۔ تم میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ بتاؤ میں نے

تمھیں خدا کا حکم پہنچا دیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں رسول اللہ ﷺ فرمایا' اچھا جو موجود ہیں وہ ان لوگوں تک اسے پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگ اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ کی نظر میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہونگے۔ (بزاز)

ایک اور حدیث میں فرمایا۔ خدا قیامت کے دن تمھارا حسب نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کی ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتیں اور مال نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم' ابن ماجہ)

قرآن کریم کی یہ تعلیمات اور حضور ﷺ کے ارشادات صرف وعظ کی حد تک محدود نہ تھے بلکہ ان کے مطابق اسلام نے ایک عالمگیر برادری قائم کر کے رکھ دی۔ جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جس میں اونچ نیچ، چھوت چھات، اور تفریق و تعصب کا کوئی تصور نہ تھا۔ اس برادری میں تمام لوگ مساویانہ حقوق کے ساتھ شریک تھے۔ اسلام کے مخالفین تک کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصولوں کو جس کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی شکل دی گئی اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی دین اور نظام میں نہیں ملتی۔ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے روئے زمین پر پھیلی ہوئی بے شمار نسلوں کو ملا کر ایک امت بنا دیا۔

قرآن کریم کی اس تعلیم اور حضور ﷺ کے ارشادات کا نتیجہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے اسے تسلیم کیا اور خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کر دیا۔ وہ خاندانوں، نسلوں، قبیلوں، قومیتوں، وطنوں کے اختلافات کو مٹا کر ایک اٹوٹ وحدت اور ملت میں گم ہو گئے اور ایسے کہ بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ کی نسبتیں ٹوٹ کر اسلامی برادری کا جزو بن گئیں۔ بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت اسلامی میں ایسے گم ہو گئے کہ نہ تورانی باقی رہے نہ ایرانی نہ افغانی۔

ہماری حالت

اسلامی عقیدے کی ایک رسی میں پروئے جانے کے بعد باہمی اخوت، ہمدردی و جانثاری کے وہ

وہ مناظر اسلام کے ابتدائی معاشرے میں پائے گئے کہ خونی رشتے بھی ایسے مضبوط نہ تھے۔ آج ہم پھر ان جاہلیت کے فتنوں میں مبتلا ہیں جن سے اسلام نے نکالا تھا۔ قرآنی اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی کا نتیجہ ہے کہ ہم خود اپنے ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھینک رہے ہیں۔ ایران و عراق جنگ، پھر کویت پر عراقی فوجوں کا شب خون اور حکومتی سطح پر فوجی ڈکیتی کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پھر اسی عراق کے خلاف دوسرے مسلمان ملکوں کا غیر مسلموں کو امداد کی اپیل اور پھر کفر کی اٹھائیس حکومتوں کا عراق کے محاذ اور اس کی تباہی و ہلاکت اسی فتنہ جاہلیت کی سزائیں ہیں۔

خود پاکستان میں سندھی، بلوچی، پٹھان اور پنجابی کے نعرے اور ان کے رد عمل میں مہاجروں کی پانچویں قومیت دلی کی پانچویں سوار کی طرح نمودار ہو کر ملک میں دہشت گردی کے اس زور شور میں سیاست بازیاں جو گل کھلا رہی ہیں وہ سب کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے اس روگردانی میں پاکستان کے ایک بہت بڑے حصے بنگال سے ہاتھ دھو بیٹھے اور دوسرے حصوں کو کاٹنے کے درپے ہیں۔ ارشادات ربانی اور پیغمبرانہ بصیرت پر مبنی ہدایات برحق ہیں اور ابدی ہیں۔ ان سے فرار حاصل کرنا اور چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹنا خود کو ہلاکت اور تباہی سے دوچار کرنا ہے۔

ہماری سربلندی و سرفرازی کا راز اسی میں ہے کہ ہم

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروانعمت الله اذكنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفاحضرت من النار فانقذكم منها

اللہ کی رسی کو۔ اس کے دین کی رسی۔ مضبوط تھامے رکھو۔ آپس میں تفرقہ، پھوٹ نہ ڈالو۔ یاد کرو اسلام سے پہلے تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسلامی تعلیمات کے ذریعہ۔ تمہارے دلوں میں، ایک دوسرے کے دلوں میں محبت ڈال کر تمہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ ورنہ تم تو نسلی، خاندانی و قبائلی عصبیتوں کے اعتبار سے دشمنیوں کی آگ کے گڑھے پر تھے۔ تباہی کے کناروں تک پہنچ چکے تھے، جن سے اسلام نے تمہیں بچا لیا۔

مغربی اقوام

آج دنیا میں جتنے فسادات اور فتنے برپا ہیں وہ اسی نسلی، قبائلی، امتیازات کا شاخسانہ ہیں۔

یورپین قومیں اپنی سائنسی ترقی کے لحاظ سے دنیا کو غلام بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ بے شک وہ علمی لحاظ سے ترقی یافتہ ضرور ہیں مگر علمی برتری کسی کی اخلاقی فضیلت کا ثبوت نہیں ہوتی۔ تہذیبی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے وہ دیوالیہ ہو چکی ہیں۔ آج ان کے اندر یہی نسلی، جغرافیائی، لسانی اور قومی افتراق کشمکش کا ذریعہ ہیں۔ امریکہ میں سیاہ فاموں کے گرجے، ہوٹل اور تعلیمی ادارے جدا ہیں۔ مغربی جرمنی میں اٹلی اور ترکی کے علاوہ دوسرے تمام ممالک اور قوموں کے لوگ وہاں کے (HEADS SKIN) سرمنڈوں کے ہاتھوں ظلم اور زیادتیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ برطانیہ میں انھی کے ہاتھوں غیر ملکیوں کی جان عذاب میں ہے اور سیاسی جماعتیں اور حکومتیں ان سرمنڈوں کی سرپرستی کر رہی ہیں۔ خود ہمارے اسلامی ممالک میں دوسرے ملکوں کے باشندوں کے خلاف ذلت آمیز نفرت پائی جاتی ہے۔

یہ شرف صرف اسلامی تعلیمات کو حاصل تھا کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو نسلی امتیاز، وطنی تعصب سے بالاتر رہ کر انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا ہونے کا درس دے کر صرف اخلاقی برتری کو معیار فضیلت قرار دیا تھا۔ اگر کسی میں اخلاقی فضیلت اور پرہیزگاری کی صفات موجود نہیں ہیں تو وہ بزعم خویش کتنا بڑا ہو، کتنی اعلیٰ نسل کا ہو اور کتنا ہی لائق عزت و احترام ہو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ خود کو بڑا سمجھ کر دوسروں کو حقیر اور فروتر سمجھے۔

واقعات و مثال

اگر نسبی و نسلی رشتے اسلام میں اہم ہوتے تو حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا طوفان نوح کی نذر نہ ہوتا اور اسے "لیس من اھلک" کی خدائی تنبیہ نہ ملتی کہ تمھارا بیٹا تمھارے اہل سے نہیں۔ پیغمبر کے بیٹے کی حیثیت سے نہ بچ سکا۔ کیونکہ عقیدے، مسلک اور اسلامی نظریئے کے مطابق باپ سے مختلف وہاں نسل اور نسب کام نہ آیا۔ یہی وہ حقیقت تھی جسے ہجرت کے موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے کر کے دکھا دیا۔ دین کے رشتے میں پروئے جانے کے بعد مکہ کی زمین ان کے پاؤں نہ پکڑ سکی۔ یہ رشتہ دار یہ قبیلے اور خاندان ان کا دامن نہ تھام سکے۔ جونہی خدا کا حکم ہوا، گھربار، رشتہ دار، شہر اور کاروبار تک چھوڑ دیا۔ جس بیوی نے اسلام قبول نہ کیا اسے چھوڑ دیا نسلی و نسبی رشتے چھوٹ گئے۔ جہاد کا حکم ہوا تو میدان بدر میں باپ بیٹے کے مقابل تھا اور بیٹا باپ کے خلاف تلوار سونت کر

کھڑا ہو گیا۔ خونی رشتے سب تماشا دیکھتے رہ گئے۔ وہ خونی نسلی اور قومی رشتوں سے متعلق ضرور تھے مگر خدا کی رسی کی رشتے سے باہر تھے۔ ایک دوسرے کے دشمن تھے۔

ابو نصر فتح بن عبداللہ اپنے دور کے امام، عالم، مفسر اور فقیہ تھے۔ علم حدیث، علم الکام سب پر انھیں عبور حاصل تھا۔ سندھ کے رہنے والے تھے۔ اس زمانہ میں سندھ کے اندر مسلمانوں کی نیم خود مختار حکومتیں تھیں۔ ابو نصر سندھ میں مسلمانوں کے داخلے کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ ایک دن اپنے ساتھیوں کے ساتھ جارہے تھے۔ راستے میں کیچڑ اور پانی تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی اس کیچڑ میں بے سدھ پڑا ہے۔ شیخ ابو نصر انسانی ہمدردی کے تقاضے سے اس کے قریب گئے تو چہرے سے اندازہ ہوا کہ کوئی عرب شہزادہ ہے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ یہ عرب شہزادہ کسی خود مختار یا نیم خود مختار شاہی خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ بہر حال شیخ ابو نصر سندھی جب قریب گئے تو معلوم ہوا شہزادہ شراب کے نشے میں دھت ہے اور اسی نشے میں ایسی گندی حالت میں پڑا ہے۔ چنانچہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر افسوس کرتے ہوئے اٹھے اور راستہ پر چل پڑے تو اس بدمست، بد مزاج شہزادے نے آواز دے کر انھیں مخاطب کیا۔ او غلام تم دیکھ رہے ہو میں بے یار و مدد گار پڑا ہوں اور تم اپنے عقیدت مندوں کے لاؤ لشکر لے کر جارہے ہو۔ ابو نصر، شہزادے کے پاس گئے اور فرمایا! شہزادے بات صرف اتنی ہے کہ میں تمھارے بزرگوں کے لائے ہوئے اور سکھائے ہوئے دین کے راستے پر چل رہا ہوں یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے راستے پر۔ اور تم میرے آباؤ اجداد کے راستے پر چل رہے ہو جو کافر تھے۔ عرب اور شاہی خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے اور میرے سندھی ہونے کی وجہ سے تم نے مجھے غلام کہا۔ ایسا نہیں ہے۔ اسلام نے عزت صرف اس کو دی ہے جو صاحب تقویٰ ہو۔

عرب بالخصوص قریش اپنے آپ کو دنیا جہان سے برتر سمجھتے تھے۔ اس میں نسلی غرور بھی تھا اور وطنی تعصب بھی ان میں کوٹ کوٹ کر بنا ہوا تھا۔ حضرت بلالؓ کی مکہ میں سماجی حیثیت کچھ بھی نہ تھی۔ وہ غلام بھی تھے، سیاہ فام بھی تھے اور بے ننگ و نام بھی تھے۔ ایک دفعہ خانہ کعبہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اذان دی تو حارث بن ہشام نے کہا۔ محمد ﷺ کو اس کالے کلوٹے کے سوا اور کوئی نہیں ملا جو اس بڑے موقعہ پر کعبتہ اللہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر پکار سکے۔ حارث بن ہشام کے

ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔ لات و ہبل کی قسم میرا باپ آج زندہ ہوتا تو یہ برا دن نہ دیکھتا۔ ابو سفیانؓ اس موقعہ پر موجود تھے وہ خاموش رہے۔ چنانچہ مشرکین کی یہ گفتگو حضور ﷺ پر القاء ہو گئی۔ یہی موقعہ تھا جب قلب اطہر پر سورۂ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہمارے مضمون کا عنوان اور تقریر کا موضوع بھی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنی اونٹنی طلب فرمائی۔ خانہ کعبہ جاکر طواف فرمایا۔ پھر سب کو مخاطب کر کے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فرمایا۔ آپ سب کی اصل یہ ہے' گورے اور کالے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہماری قومیں' برادریاں' قبیلے صرف ہماری پہچان ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت اور حقیقت نہیں۔ ہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو شریف۔ اچھے کردار والا اور خدا سے ڈرنے والا ہے۔ فخر اور عزت کی چیز انسانی صفات و کردار ہے جو تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہو وہی بڑا ہے۔

حرف آخر

دین اسلام میں (SON OF THE SOIL) کی کوئی اہمیت نہیں یہاں مومن ہی مومن کا بھائی ہے۔ ایسی سوچ رکھنے والے جاہل اور دین اسلام سے ناآشنا ہیں۔ آیت کے آخر میں ان اللہ علیم خبیر فرما کر یہ حقیقت بھی بیان کر دی ہے کہ وہی جانتا ہے اور خبردار ہے کہ کون اعلیٰ درجہ کا انسان ہے۔ اعلیٰ و ادنیٰ کے ہمارے معیار اور پیمانے ہم نے از خود بنا رکھے ہیں۔ جو خدا کے ہاں چلنے والے نہیں۔ ہو سکتا ہے جسے ہم نے اپنے پیمانوں کے لحاظ سے اعلیٰ سمجھ رکھا ہو وہ خدا کے ہاں اعلیٰ نہ ہو اور جسے ہم نے اپنے معیار کے مطابق سمجھا ہوا ہے وہ اللہ کے آخری فیصلے۔ میں جو قیامت کے دن ہو گا اونچا مرتبہ پا جائے' کیونکہ اصل حیثیت اور مرتبہ تو آخرت کا ہی ہے' دنیا کی عزت اور ذلت نہیں بلکہ عزت وہی ہے جو خدا کے ہاں کسی کو نصیب ہو۔ ہمیں فخر و غرور کے ان خارجی' نسلی' وطنی' خاندانی' لسانی اور لونی اسباب کی بجائے ذاتی اور داخلی اسباب و اوصاف پر توجہ دینا چاہیے جو خود ہمارے اپنے ہوں۔ پدرم سلطان بود کے خاندانی فخر سے کیا فائدہ؟

چغلخوری اور دل کا بغض

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیا فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر

ترجمہ! حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ مجھے سے کسی کی بابت کچھ نہ کہا کریں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب تم سے ملنے کے لئے گھر سے نکلوں تو میرا سینہ صاف ہو۔

(مشکوۃ شریف کتاب الاداب باب حفظ اللسان الفصل الثانی)

اجتماعی زندگی کو کامیاب بنانے اور اس کو پاک صاف رکھنے کی اس سے زیادہ اور کوئی تدبیر نہیں کہ لوگوں کی برائیاں نہ خود کرے اور نہ دوسروں کو کرنے دے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر شخص جس سے ملے گا صاف دل سے ملے گا۔ میل جول میں سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ لوگ دھڑلے سے دوسروں کی برائیاں کرتے پھرتے ہیں اور اس کی ایسی بری عادت پڑ جاتی ہے کہ پھر کوئی کام کی بات کرنی نصیب نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کی طرف سے دل میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہتا۔ ہر ایک کی طرف سے دل خراب ہو جاتا ہے اور ملنے میں نفاق برتنا پڑتا ہے۔ آج کل آپ دیکھ رہے ہیں ہم لوگوں کی کیا حالت ہے کوئی شخص کسی کی تعریف سننا گوارہ نہیں کرتا۔ چھوٹتے ہی منہ سے یہ نکلتا ہے کہ میاں بس رہنے دو۔ لوگوں کی تو سنو وہ اس کی بابت کیا کہتے ہیں۔ لوگ بس دیکھنے میں اچھے معلوم ہوتے ہیں اندر جانے کیا کیا بھرا پڑا ہے بس زیادہ منہ نہ کھلواؤ۔

تماشا یہ ہے کہ ہر شخص دوسروں کی طرف سے تو بد ظن ہے لیکن اپنے آپ کو ہیرا سمجھتا ہے یہ آپس کی بد ظنی اور اپنے سوا ہر ایک کو برا سمجھنا سوسائٹی کی جڑ کھودنے کی چیزیں ہیں۔ اس کا علاج بس ایک یہی ہے کہ ہر شخص دوسرے کی برائی کرنے سے اپنا منہ بند کرلے۔ اور کسی کی بابت اول فول نہ بکے۔ کیونکہ وہ یا تو غیبت ہوگی یا بہتان۔ اور نہ کسی کو موقع دے کہ وہ اس کے سامنے کسی کی برائی کرے۔

اس حدیث میں حضور ﷺ اپنے پاس بیٹھنے اٹھنے والوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص میرے سامنے دوسرے کی برائی نہ کرے اور نہ کسی کی طرف سے میرے کان بھرے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جس سے ملوں صاف دل سے ملوں۔ اور اس کی ذرا سی بھی برائی میرے دل میں نہ بیٹھی ہو۔ ذرا آپ کے اس صاف ستھرے ارادے سے ان ذی جاہ لوگوں کی ارادوں اور رویوں کا مقابلہ کیجئے، جن کے ہاتھ میں آپ کی بعد لوگوں کی قیادت آئی۔ آج ہمارے چھوٹے بڑے نہ صرف کانوں کے کچے ہیں بلکہ دوسروں کی برائیوں کو مزے لے لے کر سنتے ہیں۔ اور اسی ٹوہ میں رہتے ہیں کہ دوسرے کے عیب معلوم کریں تاکہ موقع پر اس کے اوپر قابو پانے کا ایک ذریعہ ہاتھ میں رہے اور اسے ڈرا دھمکا کر اپنا مطلب نکالیں۔ یقین جانیئے کہ آپ ﷺ نے جو نصیحت فرمائی ہے اگر اس پر عمل نصیب ہو جائے تو آج ہماری حالت سدھر جائے۔ اور میل جول میں سوا آپس کی ہمدردی کے اور کچھ نہ رہے۔ دور حاضر کا نفاق اور بدظنی ختم ہو جائے۔

توفیق الٰہی

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ انسانوں پر بہت ہی مہربان ہے اور اس نے اپنی رحمت سے ہمیں ا نگنت نعمتیں عطا کر رکھی ہیں تاکہ ہم ان پر غور کریں اور اپنے خالق کی بے پناہ محبت کا احساس کر کے اس کی بندگی میں داخل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں اور خامیوں کو ہم سے بھی زیادہ جانتا ہے اور اس نے اپنی محبت اور رضا کے حصول کے لئے جو دستور حیات ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اس میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ اس کے احکام پر عمل کی راہ میں دشواریاں حائل نہیں ہیں بلکہ خالق فطرت نے انہیں ہماری فطرت کے مطابق اس طرح ڈھال دیا ہے کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لئے جسمانی، ذہنی اور روحانی راحت اور ترقی کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورت البقرہ کی آخری آیت میں فرمایا ہے۔ لایکلف الله نفسا الا وسعها یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت اور استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ شریعت کے تمام احکام اس طرح ترتیب دئے گئے ہیں کہ ان پر عمل ہماری زندگی کی سرگرمیوں میں کوئی حرج یا رکاوٹ پیدا نہیں کرتا بلکہ ہماری زندگی میں حسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے۔ شریعت میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر چار بنیادی باتوں پر عمل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے۔ وہ ہیں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج۔ نماز کے بارے میں جو فضائل اور تاکید قرآن کریم اور احادیث رسول مقبول ﷺ میں آئی ہے اس سے ہر مسلمان آگاہ ہے۔ یہ اولین فرض ایسا ہے جو ہوش و حواس زائل ہو جانے کے علاوہ کسی کو بھی کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہے۔ اسے اسلام کا شعار، مسلمان کی پہچان اور جنت کی کنجی قرار دیا گیا ہے۔ اوائل اسلام میں بے نماز مسلمان کو تو کوئی تصور ہی نہیں تھا بلکہ ترک نماز کو ارتداد کی علامت جانا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کر دیا اس نے کفر کی راہ اپنالی۔

لیکن موجودہ دور میں ہم لوگ قرآن مجید سے دوری اور غفلت کی وجہ سے نماز کو وہ اہمیت نہیں دے رہے جس کی یہ عظیم الشان عبادت مستحق ہے۔ اس سلسلے میں ہماری کوتاہی اور بے عملی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے اللہ کی توفیق کو غلط معنی پہنادئے ہیں۔ توفیق سے مراد تو یہ ہے کہ

جو کام کرنا مطلوب ہے اس کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو اور ساری حالات و کوائف موافق پائے جائیں۔ توفیق کی یہ تاویل ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ کام اپنی قدرت سے ہمیں مجبور کر کے کرائے۔ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے بھی جن کا تعلق مال و دولت سے ہے وہ صرف صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہیں دوسروں پر ہرگز نہیں ہیں۔ مثلاً زکوۃ اور حج ہیں ان فرائض کے لئے جو شرائط مقرر ہیں جب تک وہ پوری نہ ہوں ان کی ادائیگی سے استثناء رہے گا۔ یعنی جن اعمال کی توفیق اللہ تعالیٰ نے نہیں دی انہیں سب پر فرض قرار نہیں دیا۔ روزہ رکھنے میں بھی مختلف حالات کے تحت عارضی یا مشکل رخصت کی سہولت رکھی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ نماز ہر عاقل بالغ ذی ہوش مسلمان پر فرض قرار دی گئی ہے اس لئے اس کی توفیق ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔ حج کی ادائیگی کے لئے جہاں مالی استطاعت لازمی ہے وہاں جسمانی صحت اور راستوں کا محفوظ ہونا بھی ضروری ہے۔ ایک مسکین مسلمان اللہ تعالیٰ سے حج کی توفیق طلب کر سکتا ہے تاکہ اسے مالی وسعت نصیب ہو۔ ایک بیمار اور معذور مالدار مسلمان حج کی توفیق کے لئے صحت کی دعا کر سکتا ہے۔ لیکن پنجوقتہ نماز ادا کرنے کے لئے ساری مطلوبہ موافقت اللہ کی رحمت سے پہلے ہی موجود ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اس فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ اس فرض کو ادا کرنے میں مزید سہولتیں عطا کر رکھی ہیں کہ سفر میں نماز مختصر کر لو۔ پانی میسر نہ ہو تو تیمم کر لو اور اگر کسی معذوری کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کر سکتے تو بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر اشاروں ہی سے ادا کر لو لیکن نماز چھوڑ نہیں سکتے۔ آپ غور کیجئے کہ دنیا بھر کی مسلح افواج میں لاکھوں انسان شامل ہیں۔ ان میں مسلمان، عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ اور دہریے بھی شامل ہیں۔ لیکن ہر فوجی یہ جانتا ہے کہ اپنی فوج کی وردی پہننا اس کی پہچان اور بنیادی قواعد یا پریڈ کرنا اس کی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ہر فرد ان بنیادی فرائض کی پابندی رضاکارانہ طور پر بڑی خوشی سے کرتا ہے اور کسی توفیق کا طالب نہیں بنتا۔ نہ ہی اس کے لئے کسی سے دعائیں کراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور حالات و واقعات میں یہ تو لکھا ہے کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف حاجات کے لئے دعا کرایا کرتے تھے لیکن ایسا واقعہ کہیں نظر نہیں آتا کہ کسی صحابی نے یہ گزارش کی ہو کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے خود ہمارے سلسلہ کے بانی حضرت خواجہ عبد

الحکیم انصاری رحمت اللہ سے جب کوئی بھائی نماز کے لئے دعا کرنے کو کہتا تو آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ "کہ نماز ایک اختیاری فعل ہے اور آپ کو اس کی پابندی کرنا چاہیئے۔اختیاری کاموں کے لئے دعا نہیں ہوتی"

میرے مسلمان بھائیو! ایسا نہ ہو کہ جن کاموں کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر رکھی ہے ہم اپنی غلط فہمی اور کج روی کی وجہ سے ان کے لئے توفیق الٰہی کے انتظار میں بے عمل بن کر بیٹھے رہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں نافرمانوں میں شامل کر دے۔ اور یوں ہم اس انجام سے دوچار ہو جائیں جس سے ڈراتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خلدین فیھا ابداO(الجن۔23)

"اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو اس کے لئے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ" آخرت کی زندگی میں کامیابی کے لئے ایمان اور اعمال صالح دونوں لازمی ہیں۔ اس جہان میں ذرے ذرے کا حساب ہو گا اور ہر عمل کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع کریں گے تو ہمارے سارے اعمال ہی صالح ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہم سے محبت کرے گا اور ہماری ساری خطائیں معاف فرما کر اپنی رحمت میں داخل فرمالے گا۔ بصورت دیگر نفس کی خواہشات کی پیروی میں کی گئی ساری جدوجہد باطل ہو جائے گی اور ہم خسارہ اٹھانے والوں میں شامل کئے جائیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا کی ساری زندگی عالم آخرت کی کھیتی ہے یعنی یہاں جو کچھ بوئیں گے وہاں اس کا پھل پائیں گے۔ قرآن کریم میں کتنی وضاحت کے ساتھ اس قانون کو بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے۔

☆ وان لیس للانسان الا ما سعیO وان سعیہ سوف یریO ثم یجزہ الجزا الاوفیO وان الی ربک المنتھیO(النجم 39 تا 42)

"اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا"

"اور یہ کہ اس کمائی اس کو دکھلائی ضرور ہے"

"پھر اس کو بدلہ ملنا ہے اس کو پورا بدلہ"

"اور یہ کہ تیرے رب تک سب کو پہنچنا ہے"

حضرت رسالدار محمد حنیف خاںؒ

(دوسری قسط)

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

حضرت رسالدار محمد حنیف خاںؒ ہندوستان کی ریاست پٹیالہ کے قصبہ مہندر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ آپ اویسی بزرگ تھے یعنی آپ نے کسی زندہ بزرگ سے بیعت نہیں کی تھی۔ بچپن ہی سے آپ کی والدہ ماجدہ نے انہیں درود شریف کا ورد کرنے کی تلقین فرمائی تھی اور وہ اسے تسبیح پر پڑھا کرتے تھے۔ فوج کی سروس میں ڈیوٹی کے دوران بھی جیب میں تسبیح رکھتے اور گھڑسواری کے دوران بھی اس پر ورد جاری رکھتے۔ اس پر افسران نے اعتراض کیا تو نوکری چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ کی قابلیت کے پیش نظر انگریز افسروں نے انہیں اجازت دے دی کہ تسبیح چلاتے رہیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ فرماتے تھے میں نے ان سے کئی مرتبہ پوچھا کہ آپ کونسا درود شریف پڑھتے ہیں لیکن انہوں نے بتایا نہیں۔ بس یہی کہتے تھے کہ چھوٹا سا ہے۔ اتنا سا ہے۔ ملازمت کے دوران ان کا تبادلہ سیالکوٹ چھاؤنی میں ہو گیا۔ دوسرے یار لوگ تو شام کے بعد بازار کی سیر کو نکل جاتے لیکن آپ حضرت امام علی الحقؒ کی مسجد میں چلے جاتے۔ وہاں عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد امام صاحب کے مزار کے نزدیک بیٹھ کر درود شریف اور دوسرے مسنون وظائف پڑھتے رہتے۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک دن میں حسب معمول اندھیری جگہ میں بیٹھا آنکھیں بند کئے وظیفے میں مشغول تھا۔ جب آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھا کہ میرے سامنے ایک بزرگ کھڑے ہیں میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ڈرو نہیں تم تو بڑے اچھے بچے ہو مجھے نہیں جانتے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا انہوں نے فرمایا کہ میں علی الحق ہوں اور ادھر ہی رہتا ہوں۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر اپنے سینے سے لگایا اور میرا کام کر دیا۔ اس طرح آپ کو امام علی الحقؒ سے اویسیہ نسبت حاصل ہو گئی۔ بانی سلسلہ توحیدیہؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام علی الحقؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غالباً پانچویں پشت میں سے تھے وہ کسی مہم پر جہاد کے لئے آئے ہوئے تھے کہ سیالکوٹ میں شہید ہو گئے ان سے رسالدار صاحب کو براہ راست فیض مل گیا اور ان سے ہمیں ملا۔ اس طرح روحانی فیض کے لحاظ سے ہم ساتویں پشت بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں یہ رنگ اور کہیں نہ ملے گا۔

سلسلوں میں بیعت کے لحاظ سے تو اب چالیسویں پشت چل رہی ہو گی ہمیں پہلے زمانے کا خالص مال مل گیا۔

گذشتہ قسط میں ہم نے بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کی حضرت رسالدار صاحب ؒ سے بلگام میں ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد کے حالات ہم پھر سے قبلہ حضرت ؒ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

"میں تو واپس دلی آگیا اور رسالدار صاحب ؒ اپنی ٹریننگ مکمل کر کے بنوں چلے گئے آپ حسب وعدہ جب بھی چھٹی آتے تو پہلے مجھے مل کر پھر گھر جاتے اور واپسی پر دوبارہ میرے ہاں قیام کرنے کے بعد اپنی یونٹ کو جاتے۔ وہ جب میرے ہاں ٹھہرتے تو ان کے معتقد حضرات اور ملنے والے احباب کی خوب محفل جمتی۔ ایک دن آپ نے مجھے پوچھا کہ بھائی جان آپ نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کہ نہیں پڑھتا اور آپ عجیب دوست ہیں کہ عرصہ ہوئے ملاقات ہوئے اور آج پوچھ رہے ہیں کہ آپ نماز نہیں پڑھتے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ بھائی جان نماز تو فرض ہے اور یہ ضرور پڑھنی چاہئے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں ان مسئلوں اور نماز کی اہمیت سے اچھی طرح آگاہ ہوں لیکن دل کا کیا کروں۔ بقول غالب

جانتا ہوں ثواب اطاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اس پر آپ نے فرمایا کہ طبیعت نہ آنے کی آخر کوئی وجہ بھی تو ہو گی میں نے کہا کہ جناب میں پہلے آپ کی خدمت میں گذارش کر چکا ہوں کہ میں نقشبندیہ سلسلے میں بیعت تھا اور سلوک طے کر چکا تھا۔ اس وقت نماز پڑھتا تھا تو اللہ کی حضوری ہوتی تھی۔ اب نماز پڑھتا ہوں تو سامنے اینٹ پتھر کی دیوار' لوٹا یا جو تا ہوتا ہے میں ان چیزوں کو سجدہ نہیں کر سکتا نہ بے حضوری والی نماز پڑھ سکتا ہوں اگر آپ میں ہمت ہے تو آپ مجھے نماز پڑھا دیں۔ اس پر آپ نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ ٹھیک ہے اب میں ہی تمہیں نماز پڑھاؤں گا۔ رسالدار صاحب جب اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کوئی بات کہہ دیتے تھے تو اگر کوئی پہاڑ بھی راستے میں حائل ہوتا تو ٹل جاتا۔ ان دنوں رسالدار صاحب نے ابھی داڑھی نہیں رکھی تھی اور نماز کی امامت کم ہی فرماتے تھے کسی ڈاڑھی والے

دوست کو جماعت کا امام بنالیتے تھے۔ ایک دن جب وہ میرے مہمان تھے اور میرے کوارٹر کے باہر اپنے ملنے والوں کے پاس تشریف فرماتھے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے دوستوں سے فرمایا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو آج میں جماعت کراؤں۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ آپ سے گذارش کرتے ہیں لیکن آپ خود ہی امامت نہیں کراتے میں اپنے کوارٹر کے سامنے چارپائی ڈالے حقے سے دل بسلا رہا تھا کہ آپ نے زور سے آواز دی۔ "بھائی جان! میں آج نماز پڑھارہا ہوں آپ نے پڑھنی ہے تو آجاؤ" میں نے کہا کہ ابھی وضو کر کے آتا ہوں۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ صف میں میرے بالکل پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ اب ایسے ہی ہوا کرے گی اب نہیں چھوڑنا۔ چنانچہ میں نے نماز شروع کر دی اور پھر مولانا کریم الدین احمدؒ کا بتایا ہوا ذکر بھی اپنے معمولات میں شامل کر لیا اس طرح کئی برسوں کے بعد میں دوبارہ اپنی لائن پر آگیا۔ اگلے برس رسالدار صاحب چھٹی آئے تو مجھے دیکھ کر بڑے خوش ہو کر فرمایا کہ ماشاء اللہ اب تو خوب رنگ چڑھا ہوا ہے کیا پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ آپ تو کچھ پڑھنے کو بتاتے نہیں ہیں اس لئے میں نے اپنے پرانے سلسلے نقشبندیہ والا ذکر ہی شروع کر دیا ہے۔ آپ نے کہا کہ یہی ٹھیک ہے یہی کرتے رہیں۔ جب آپ تشریف لاتے تھے تو رات کافی دیر تک احباب کی مجلس جمتی۔ چائے کے دور چلتے اور خوب گپ شپ ہوتی۔ ایک شب ایسی ہی ایک مجلس تھی کہ آپ نے پانی منگوایا اس میں تھوڑا سا خود پیا اور گلاس والا ہاتھ آگے بڑھایا۔ نزدیک ہی ایک دوست ظہور الحسن صاحب بیٹھے تھے انہوں نے گلاس پکڑنے کے لئے ہاتھ جو آگے بڑھایا تو انہیں ایک تھپڑ رسید کیا اور گلاس میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس کا حصہ ہے۔ میں نے وہ چند گھونٹ پانی کے پی لئے۔ اللہ جانے اس ظالم نے اس میں کیا ملایا تھا کہ پانی پینے کے ساتھ ہی زن کی آواز آئی جیسے میں نے پگھلا ہوا تانبا یا سیسہ پی لیا ہو۔ وہ پانی جہاں جہاں سے گذرا سب کچھ جلا تا ہوا گذرا بس اس کے بعد تو پھر میری ترقی راکٹ کی سپیڈ سے ہوئی۔ اب تو جو بھی ہمارے پاس ہے یہ رسالدار صاحبؒ کا دیا ہوا ہے چونکہ انہوں نے ہمیں بیعت نہیں کیا اس لئے ہم اپنا شجرہ مولانا کریم الدین احمد صاحب سے ملاتے ہیں کہ وہی ہمارے روحانی مرشد تھے۔

میں بھی چند مرتبہ آپ کے ہاں منڈر گڑھ گیا تھا۔ آپ کے والدین بھی دیندار اور نہایت سادہ

تھے۔ آپ کے والد کا یہ حال تھا کہ بینگن کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے پوچھ بیٹھے کہ آج کیا پکا ہے۔ کسی نے کہہ دیا کہ ارہر کی دال پکی ہے تو پکار اٹھے واہ سبحان اللہ کتنے مزے کی دال ہے۔ آپ کی والدہ کے بارے میں ایک بڑے مزے کی بات سناتا ہوں ایک مرتبہ وہ میرے سامنے نماز پڑھ رہی تھیں لیکن ادھر ادھر بھی دیکھے جا رہی تھیں۔ رسالدار صاحب نے کہا اماں یہ کیا کر رہی ہو۔ خیر جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو رسالدار صاحب نے پوچھا کہ اماں یہ نماز میں تم ادھر ادھر کیا دیکھ رہی تھیں انہوں نے کہا بیٹا آج تو بڑی عجیب بات ہوئی کہ آج تو مجھے نماز میں خانہ کعبہ نظر ہی نہیں آیا۔ ہم نے پوچھا کہ اماں کیا تجھے ہر نماز میں خانہ کعبہ دکھائی دیتا ہے؟ تو بڑے بھولپن سے گویا ہوئیں کہ کیا دوسرے لوگوں کو نماز میں خانہ کعبہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ لوگ بالکل حضور ﷺ کے صحابہ کی مانند تھے ان کا اتنا بڑا مقام تھا لیکن انہیں اس کا احساس ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھتی تھیں کہ ہر مسلمان کو نماز کے وقت کعبہ دکھائی دیتا ہے۔ حضرت رسالدار صاحبؒ بڑی ہمت والے بزرگ تھے۔ آپ کی کرامات بھی بڑی عجیب و غریب تھیں۔ ایک دفعہ تو ان کے ہاتھ سے ایک مردہ بھی زندہ ہو گیا۔ وہاں دہلی ہی میں ان کا ایک ہندو معتقد تھا وہ اچانک بیمار ہوا اور اطلاع ملی کہ وہ مر گیا ہے یہ سن کر آپ اٹھے اور مجھے کہا کہ چلو بھائی جان پنڈت جی کے گھر چلیں وہاں پہنچے تو ماتم بپا تھا۔ آپ نے سر پر کپڑا اوڑھ کر گھونگٹ سا نکال لیا اور عورتوں کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے پنڈت کی چارپائی تک پہنچ گئے اور اس پر پڑی ہوئی چادر اوپر اٹھا کر پنڈت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور زور سے بولے کہ سب چپ ہو جاؤ۔ پنڈت جی تو زندہ ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ رسالدار صاحب پنڈت جی کو مکر گئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پنڈت جی نے آنکھیں کھول دیں۔ جب اسے رسالدار صاحب نظر آئے تو اٹھا اور ادب سے دونوں ہاتھ جوڑ کر دو زانو بیٹھ گیا۔ رسالدار صاحب نے فرمایا کہ پنڈت جی آپ بغیر بتائے ہی کہاں چل دئے تھے۔ آپ کے تعویذ بھی اپنی مثال آپ تھے اگر کوئی عورت دردِ زہ کی وجہ سے تکلیف میں ہوتی تو آپ ہنڈیا کا ڈھکنا لے کر اس پر عبارت لکھتے اور ہدایت دیتے کہ عورت کے سر پر اسے الٹا کر کے رکھ دو۔ اس کے رکھتے ہی بچہ پیدا ہو جاتا۔

آپ اس پر لکھتے تھے "الٹی چپنی سر پہ دھری نکل پڑا یا نکل پڑی" اسی طرح آپ کا ایک ہندو پنڈت بڑا معتقد تھا وہ جتنی دیر بھی آپ کی محفل میں رہتا ہاتھ جوڑ کر بیٹھتا۔ ایک مرتبہ آپ چھنی

گئے تو پنڈت نے بتایا کہ اس کی پتنی بیمار ہے اور وہ ہر قسم کا علاج کرا چکا ہے لیکن اس کا خون بند نہیں ہوتا اس پر آپ نے اسے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور کہا کہ اسے اپنی بیوی کی کمر کے ساتھ باندھ دو رسالدار صاحب جب اگلی مرتبہ چھٹی پر گئے تو پنڈت جی ملنے کے لئے حاضر ہوئے۔ رسالدار صاحب نے اس کے اہل و عیال کی خیریت دریافت کی تو پنڈت جی نے کہا کہ گھر میں ایک پریشانی ہے۔ میری بیوی کے ہاں بچہ ہونے والا ہے لیکن پیدائش کا وقت پورا ہو جانے کے باوجود کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کو بھی دکھایا ہے لیکن انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ رسالدار صاحب نے پوچھا کہ گذشتہ سال جو میں نے تعویذ دیا تھا وہ کہاں ہے۔ پنڈت جی نے کہا وہ تو میری پتنی کی کمر کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ آپ نے اسے کہا کہ فوراً" جاؤ اور وہ تعویذ کھول کر میرے پاس لے آؤ۔ پنڈت جی تعویذ لے کر ابھی واپس آئے ہی تھے کہ ان کے گھر سے مبارک کا پیغام آگیا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ رسالدار صاحب نے پنڈت جی کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کیا تمہاری کھوپڑی کام نہیں کرتی کہ یہ تعویذ خون روکنے کے لئے باندھا تھا۔ اگر خون جاری نہ ہو تو بچہ کیسے پیدا ہو گا۔ اگر یہ تعویذ بندھا رہتا تو بچہ بھی باہر آنے کا نہیں تھا۔ رسالدار صاحب کے بڑے صاحبزادے حافظ تنویر احمد صاحب نے سوچا کہ یہ ہندو تو کافر اور نجس ہے اس کو اللہ کے نام والا یا قرآنی آیت والا تعویذ ہرگز نہیں دیا جانا چاہئے تھا۔ یہ اعتراض کرنے کی غرض سے انہوں نے کہا کہ ابا جی میں یہ تعویذ کھول کر دیکھ لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں دیکھ لو۔ حافظ صاحب نے کھول کر دیکھا تو اس پر صرف یہ لکھا تھا "ابے او خون بند ہو جا" یہ پڑھ کر حافظ صاحب خاموش ہو کر رہ گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران رسالدار صاحب تو ریٹائر ہو کر گھر آچکے تھے لیکن ان کے چھوٹے بھائی صغیر صاحب فوج میں تھے۔ شمالی افریقہ کے محاذ پر ایک مرتبہ جرمنوں نے انہیں کئی ساتھیوں سمیت قیدی بنا لیا اور وہاں فیلڈ میں ہی خاردار تاروں کی جیل میں بند کر دیا۔ انہوں نے اس قید سے فریاد کی کہ بھائی جان اگر آپ مجھے اس مصیبت سے آج رہائی دلوا دیں تو آپ کی بزرگی کو مان جاؤں گا۔ تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ رسالدار صاحب جرمن افسر کی وردی پہنے خاردار تاروں کے پاس گذر رہے ہیں۔ صغیر صاحب نے انہیں آواز دی تو انہوں نے چپ رہنے کا اشارہ کیا وہ آگے جرمن فوجیوں کے پاس چلے گئے تو جرمنوں نے انہیں سلام کیا اور پھر بات چیت ہوئی چند سپاہی رسالدار

صاحب کے ساتھ آئے اور تمام قیدیوں کو باہر نکال کر کھڑا کر دیا۔ رسالدار صاحب انہیں مارچ کراتے ہوئے ان سے دور ہندوستانی افواج کی طرف لے گئے۔ پھر صغیر صاحب کو فرمایا کہ لو اب اپنے آدمی سنبھال لو وہ سامنے تمہارے مورچے ہیں یہ میدان جنگ ہے یہاں آنکھیں کھول کر رہنا چاہئے ہیں بار بار تمہارے لئے ہندوستان سے نہیں آسکتا۔ یہ ساری باتیں رسالدار صاحب خود کسی کو نہیں بتاتے تھے بلکہ جب صغیر صاحب کے خطوط آتے تو ان میں اس قسم کے واقعات لکھے ہوتے۔ ایک مرتبہ وہ محاذ پر صحرائی علاقہ میں موٹر سائیکل پر کسی کام کو نکلے تو واپسی کا راستہ نہ ڈھونڈ پائے۔ بے نام و نشان صحرائی راستے تھے وہ جس راہ پر جاتے آگے دشمن کے مورچے آجاتے۔ جب تنگ آگئے تو پھر رسالدار صاحب کو یاد کیا۔ آپ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے تو دیکھا کہ رسالدار صاحب راستے میں کھڑے ہیں وہ صغیر صاحب کے پیچھے بیٹھ گئے اور راستہ بتاتے گئے جب ان کا کیمپ نزدیک آگیا تو اتر کر غائب ہو گئے۔

آپ کے پاس کوئی حاجتمند دوست دعا کے لئے آتا تو آپ فرماتے کہ اگر کام ہو گیا تو "چائے تیار" پلاؤ گے وہ کہتا کہ ہاں جی ضرور پلاؤں گا تو فرماتے کہ آپ کو پتہ بھی ہے کہ چائے تیار کیا ہوتی ہے بس یونہی کہہ دیا ہے کہ پلاؤ نگا۔ پھر بتاتے کہ چائے تیار یہ ہے کہ ہر قسم کا سالن بنے گا' ہر قسم کے چاول تیار ہونگے' موسم کے سارے پھل ہونگے' ہر قسم کی مٹھائی حاضر ہو گی اور ساتھ چائے ہو گی۔ یہ ہوتی ہے چائے تیار۔ انہیں مٹھائی بہت پسند تھی۔ مٹھائی کھانے کی عادت مجھے انہی سے پڑی۔ جب پاکستان بنا تو آپ کے بھائی اور بیوی بچے سب ہجرت کر کے آگئے لیکن آپ نے یہ کہہ کر آنے سے انکار کر دیا کہ ہمیں یہاں ہی شہید ہونے کا حکم ملا ہے۔ سب گھر والوں نے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانے چنانچہ سب روتے دھوتے انہیں چھوڑ کر آگئے شہادت کے بعد مجھے روحانی طور پر ملے تو معلوم ہوا کہ آپ اللہ میاں کے پاس پہنچ گئے۔ میں ہجرت کے بعد شروع میں اپنے خاندان کے ساتھ کراچی میں مقیم تھا وہ مجھے جب بھی ملتے یہی فرماتے کہ بنوں آجاؤ۔ اگر آرام سے رہنا ہے تو بنوں آجاؤ۔ آخر ان کی محبت ہمیں بنوں لے گئی۔ وہ جس مسجد میں نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے اور ایک خاص جگہ پر بیٹھا کرتے تھے وہ مجھے معلوم ہے میں وہاں جایا کرتا تھا اور مجھے بڑا پریم ملتا تھا۔ کئی مرتبہ ملے تو دور ہی سے ہاتھ ہلا کر اور یہ کہہ کر چلے جاتے کہ بھائی جان کام بہت ہے۔ میں نے ایک

مرتبہ پوچھ ہی لیا کہ بھائی جان وہاں بھلا کیا کام ہوتا ہے انہوں نے فرمایا اللہ اپنے کام کرنے والے بندوں کو وہاں بھی بیکار نہیں بیٹھنے دیتے۔ وہاں جنت کے ایک حصے پر میری یہ ڈیوٹی ہے کہ وہاں کے رہنے والوں کو جس چیز کی بھی خواہش ہو وہ فوراً انہیں ملنی چاہئے۔ ایک مرتبہ ایسے دکھائی دیئے جیسے ابھی ابھی پانی سے باہر نکلے ہیں۔ میں نے پوچھا تو فرمانے لگے سمندر میں ایک جہاز طوفان میں گھر کر الٹنے والا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اسے سیدھا کر دو۔ میں اسے سیدھا کر کے آ رہا ہوں۔ اب بھی آپ حلقہ کے کئی بھائیوں سے ملتے ہیں ابھی حال ہی میں گروپ کیپٹن نور محمد صاحب کی بیگم کو جب وہ لیبیا جا رہی تھیں. تو راستے میں ایک ائرپورٹ پر ملے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ائرپورٹ والے مجھے مطلوبہ جہاز پر جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ میرے پاس ایک آفیسر آئے اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کیوں پریشان ہیں میں نے بتایا تو انہوں نے متعلقہ اتھارٹی سے بات کر کے میرا مسئلہ حل کرا دیا۔ جب انہوں نے مجھے اس کا حلیہ اور انداز بتائے تو میں جان گیا کہ وہ تو رسالدار صاحب تھے"۔

☆ نوٹ:۔ راقم الحروف یہ مزید اضافہ کرنا چاہتا ہے کہ رسالدار صاحب کا خاندان ضلع سرگودھا میں آباد ہے آپ کے بھائی صغیر صاحب بھی اب وفات پا چکے ہیں آپ کے بڑے صاحبزادے جو کچھ عرصہ بنوں اور پشاور میں بھی رہے آجکل غالباً حیدر آباد میں رہائش پذیر ہیں۔ حافظ صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے بیعت کی تھی اور اب وہ سلسلہ کے اکابرین میں شامل ہیں۔ چھوٹے بیٹے کنور زبیر احمد خاں صاحب سرگودھا شہر میں رہائش پذیر ہیں ان کے بیٹے یعنی رسالدار صاحبؒ کے پوتے جناب آفاق احمد خاں صاحب 1996ء کے سالانہ توحیدیہ اجتماع میں نوشہرہ ورکاں بھی تشریف لائے تھے۔ دوسرے پوتے عمران احمد خاں صاحب ایڈووکیٹ ہیں اور والد کے پاس سرگودھا میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور دنیا و آخرت میں کامران فرمائے۔ (آمین)

(الحاج محمد حسین چھل)

مستقل مزاجی ضروری

(53-10-27 الحاج محمد حسین چھل

ان باتوں پر وقت لگتا ہے۔ اس واسطے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مستقل مزاجی سے کام کرتے رہئے۔ اللہ مدد کرے گا۔ اگر بلند آواز سے ذکر کرنے میں تکلیف ہوتی ہو۔ تو آہستہ کرلیا کیجئے۔ لیکن ہر سانس کے ساتھ اللہ اللہ کہنا اور اس کو یاد رکھنا۔ اور کبھی کبھی میری طرف محبت کے جذبہ سے توجہ کرلینا بہت ضروری ہے۔

اللہ کی طلب

(53-12-3 الحاج محمد حسین چھل

آپ اللہ کے طالب ہیں۔ تو اللہ آپ کو ضرور مل کر رہیگا۔ راستہ بتانے والا تو مل گیا ہے وہ خود ہی مل جائیگا۔ مگر جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انکار کر دیا۔ اس کا ملنا کچھ دل لگی بھی نہیں۔ آج ڈھونڈ اور کل مل گیا۔ صبح شام پانی پر 41 مرتبہ یا حفیظ یا سلام یا قوی پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے۔ صحت بہتر ہو جائیگی۔

فیض مرشد

(54-1-4 الحاج محمد حسین چھل

آپ کی روح اور قلب بہت سعید ہے۔ صرف ماچس لگنے کی ضرورت ہے۔ قلب میں میری محبت اور زیادہ کریں اور مجھ ہی سے براہ راست فیض پہنچ جایا کریگا۔ فاصلہ کی کوئی پابندی نہیں۔

یاد دہانی

(الحاج محمد حسین چھل 1/2/54)

اگر خط لکھنے کا موضوع نہ ملے۔ تو صرف خیریت سے مطلع کر دیا کریں۔ اس سے یاد دہانی ہو جاتی ہے اور صرف یاد کرنے سے ہی آپ کے ساتھ کنکشن مل جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ فیض ضرور پہنچ جاتا ہے۔

مارشل کا خطاب

الحاج محمد حسین چھل

میرا تعلق پاکستان ائیر فورس سے رہا ہے سچ تو یہ ہے۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کا روحانی سلسلہ شروع ہی ائیر فورس سے رہا ہے۔ آپ کے سب سے پہلے مرید ونگ کمانڈر محمد اکبر تھے۔ اس کے بعد میر ظفر علی۔ چوہدری غلام قادری، غیور احمد وغیرہ۔

جب قبلہ انصاری صاحب کا قیام گلبرگ لاہور میاں محمد علی صاحب کی کوٹھی میں تھا۔ ہم ائیر فورس بیس لاہور میں تھے۔ غالباً 65 کا زمانہ تھا۔ ہم روزانہ شام کو پانچ سات ساتھی سائیکلوں پر سوار ہو کر پہنچ جاتے۔ اور رات دس بجے واپس لوٹتے۔ میں ان میں سب سے سئنیر تھا۔ لہٰذا باباجی نے مجھے مارشل (ائیر فورس کا سب سے بڑا رینک) کا خطاب فرمایا۔ اور آج تک دوستوں لوگوں میں نام کی بجائے یہی مشہور چلا آ رہا ہے۔

حضرت قبلہ انصاری صاحب کا تعارف

53ء میں ہم سرگودھا بیس پر تھے۔ جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی اپنی بیرکوں کو جاتے۔ تو ایک دوست غلام قادر وہاں مسجد میں ہی رہ جاتے۔ ایک دن ہم نے پوچھا۔ کہ بھئی تم کیا کرتے رہتے ہو۔ جواب ملا کہ ذکر نفی اثبات کرتا ہوں۔ میرے پیر صاحب نے یہ سبق دیا ہے۔ میں بنیادی طور پر روائتی پیروں کے سخت خلاف تھا۔ ان کی قبیح حرکات کی وجہ سے۔ میں نے کہا۔ چھوڑو یار۔ بس وہم میں پڑے ہو۔ یہ سب فراڈیے ہوتے ہیں۔ لیکن انہوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا کہ سب ایسے نہیں ہوتے اور یہ پیر صاحب بڑے پڑھے لکھے اور باشعور ہیں۔ آپ مل کر تو دیکھیں۔ بہر حال اشتیاق بڑھا اور آخر انہیں وہاں مدعو کیا گیا اور ہمارے گھر میں ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ اس دوران ائیر فورس کے ہمارے سمیت بہت سارے دوست بیعت ہوئے۔

اسی دوران ہمارے ایک دوست کارپورل محمد علی کا کسی وجہ سے کورٹ مارشل ہو رہا تھا۔ بابا جی سے دعا کرائی گئی تو اللہ کے فضل و کرم سے انہیں معمولی سزا کے بعد ائیر فورس سے فارغ کر دیا گیا۔ اس کے بعد میاں محمد علی نے عرض کی کہ باباجی مجھے تو دولت چاہئے۔ فقیر کی نظر کرم اور اللہ

کے فضل سے انہیں بے بہا دولت دینا سے نوازا گیا۔ اور اس نے بھی باباجی کی بڑی خدمت کی
پہلی دفعہ جب حضرت کراچی سے کوئٹہ تشریف لائے تو اتفاقاً" میں تو گھر مجبوراً" چھٹی پر آیا
تھا۔ جب دو بہت آپ سے مل کر کوئٹہ شہر سے اپنے کیمپ سمنگلی واپس جا رہے تھے۔ رات بڑی
بہت اندھیرا تھا۔ اور 6-7 میل کا سفر تھا۔ تمام دوست سائیکلوں پر سوار تھے۔ انہوں نے دیکھا
روشن لالٹین لئے باباجی آگے آگے جا رہے ہیں۔

اور پنکھا چلتا رہا

ایک دفعہ حضرت پشاور تشریف لائے۔ گرمی کا موسم تھا۔ سب بھائی لوگ باباجی کے ارد گرد
بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ سو رہے تھے۔ آپ کے سرہانے بجلی کا پنکھا رکھا تھا۔ اچانک تمام شہر کی بجلی
چلی گئی۔ مگر باباجی کے سرہانے رکھا ہوا پنکھا چلتا رہا۔ اور کئی گھنٹے چلتا رہا۔ حالانکہ سارے محلے کی بجلی
بند تھی اور کوئی خاص کنکشن بھی اس پنکھے تک نہ آتا تھا۔ جاگنے پر ہم نے پنکھے کا قصہ بیان کیا۔ تو
فرمایا ارے بھئی مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ اللہ کی مرضی سے بڑے بڑے عجیب و غریب کام ہو جاتے
ہیں، یہ تو ہماری سمجھ سے ماوراء ہیں۔ تو یہ معمولی بات ہے۔

قیدی کی رہائی

آپ بنوں میں قیام کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں، ایک پٹھانی روزانہ میرے پاس آتی اور دعا
کے لئے کہتی۔ کہ میرا خاوند جیل سے جلد رہا ہو جائے۔ وہ کسی جرم کی وجہ سے لمبی قید کاٹ رہا تھا۔
میں اس کی فرمائش میں دعا کر دیتا۔ یہ غالباً" 56ء کا ذکر ہے۔ پاکستان میں زبردست سیلاب آیا۔ جو
کنٹرول نہیں ہو رہا تھا۔ فوج کو طلب کیا گیا۔ اس کے بعد قیدیوں کو سیلاب کی روک تھام کے لئے
لگایا گیا۔ اللہ اللہ کر کے سیلاب تھم گیا اور قیدیوں کی قید میں بھی تخفیف کی گئی اور اس کا خاوند بھی
رہا ہو کر آ گیا۔ وہ پٹھانی ایک دن اپنے خاوند کے ہمراہ مٹھائی کا ڈبہ لے کر آ گئی۔ کہنے لگی۔ باباجی
آپ کی دعا سے میرا بندہ رہا ہو کر آ گیا ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اللہ کے کام اللہ ہی جانے۔ ایک آدمی
کو قید سے رہا کرنے کے لئے کتنی جانیں سیلاب کی نظر ہو گئی ہونگی۔

جذبہ جہاد

شروع 65ء ستمبر کی بات ہے ہمیں آرڈر ملا کہ کشمیر کے بارڈ کے ساتھ ساتھ ہوائی جہازوں کی
حرکات کی رپورٹنگ کے لئے پوسٹیں لگائی جائیں۔ میرے پاس ہر وقت جیپ رہتی تھی۔ میں باباجی

کی اسیریاد حاصل کرنے گلبرگ چلا گیا۔ حضرت نے فرمایا۔ کفر اور اسلام کی جنگ شروع ہونے والی ہے جاؤ تمہارا اللہ حافظ و ناصر ہو۔ وہاں سے میں نے واپس آ کر (آفیسر کمانڈنگ) او سی سے ضروری نقشے وغیرہ لئے۔ اور اپنے مشن پر روانہ ہو گئے۔ رات ہونے پر پوسٹ پر جا کر انہیں بریفنگ اور نقشے وغیرہ دیکر روانہ کیا۔ صبح سویرے اعوان شریف (گجرات کے قریب) دشمن کے پانچ لڑاکا جہازوں نے حملہ کیا۔ ہمارے جوانوں نے فوراً" اوپر ہیڈ کوارٹر کو وائرلیس پر اطلاع دی ہمارے لڑاکا جہاز فوراً" پہنچ گئے اور انہوں نے پانچ کے پانچ جہاز مار کر گرائے۔ دوسرے روز چھمب جوڑیاں فتح ہو چکا تھا۔

اور ہماری آرمی نے ہیوی توپخانہ سے دریائے چناب کے پار اکھنور کے قصبہ پر گولے پھینکنے شروع کر دیئے۔ اسی دوران انڈیا کے 6 لڑاکا ہوائی جہاز حملہ آور ہوئے اور وہ بارش کی طرح گولیاں برسا رہے تھے۔ لیکن ہم نے ان کی فائرنگ کی پرواہ کئے بغیر وائرلیس پر رپورٹ بھیجی۔ تو ڈیڑھ منٹ کے اندر ہمارے 4 لڑاکا جہازوں نے انہیں گھیر کر دو کو وہیں مار گرایا۔ باقی دم دبا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کامیابی پر ہمیں "تمغات خدمات اعلیٰ" سے نواز گیا۔

اس طرح کی اور بھی بے شمار کامیابیوں کے بعد دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور اس وقت کے انڈین ایئر فورس کے کمانڈر ان چیف نے ہینڈز اپ کر دئے کہ پاکستانی ایئر فورس سے مقابلہ مشکل ہے۔

قلب کا جاری ہونا

حضرت انصاری صاحب جن دنوں ڈرگ روڈ (کراچی) ایئر بیس پر لائبریرین کے طور پر کام کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن کی چھٹی گیا۔ تو میری غیر موجودگی میں جو آدمی میری جگہ کام کرتا تھا۔ اس نے بتایا کہ انصاری صاحب جب آپ کی کرسی پر بیٹھتا تھا۔ میرا دل اللہ اللہ کرنے لگتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بھئی اس ذات کا شکر ادا کرو۔ جس نے بغیر محنت کے آپ کو اپنے ذکر سے نوازا اور اسے ذکر کرنے کا طریقہ سمجھایا۔

بابا فضل دین

ہمارے ماڑی پور (کراچی) ایئر فورس بیس کے قیام کے دوران ایک بزرگ بابا فضل دین سے ملاقات ہوئی۔ ایک روز رات دس بجے ہم بس پر سوار ہو کر اپنے کیمپ میں جانے کے لئے کراچی

شہر میں کھڑے تھے۔ بابا فضل دین بھی ہمارے ساتھ لائن میں کھڑے تھے۔ رش بہت تھا اور اس ایک ہی بس کا آخری ٹائم تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بابا فضل یہ کہہ کر چل دیئے کہ بس میں جگہ ملنی مشکل ہے۔ ہم جب بس کے ذریعہ کیمپ پہنچے۔ تو بابا فضل وہاں پہلے سے موجود تھے۔ ہم نے پوچھا بابا جی آپ ہم سے پہلے کیسے آ گئے۔ فرمانے لگے۔ بھئی آپ کی بس گھوم پھر کر آتی ہے۔ ہم شارٹ کٹ سے سیدھے آ گئے۔

بابا جی وہاں آفیسرز میس میں ویٹر (پانی پلانے) کے طور پر ملازمت کرتے تھے۔ ایک دن اس وقت کے E-I-N-C انگریز نے کسی بات پر خفا ہو کر بابا جی سے کہا۔ ہم تمہیں نوکری سے نکال دینگے۔ بابا جی نے جواب دیا۔ تم کیا نکالو گے۔ ہم نے تمہیں کل سے نوکری سے برخاست کر دیا ہے۔ واقعی دوسرے روز ان کی انگلینڈ واپسی کے آرڈر آ گئے۔

ملیر۔ کراچی کا مونو گرام

کراچی میں ملیر ایئر فورس بیس کا افتتاح ہونے والا تھا۔ وہاں کے سٹیشن کمانڈر ونگ کمانڈر عبدالسلام بٹ نے قبلہ انصاری صاحب سے نئے کیمپ کے لئے مونو گرام لکھنے کے لئے درخواست کی۔ حضرت نے یہ شعر لکھ کر دیا۔ جو آج بھی اس بیس کے مین گیٹ پر لکھا ہوا ہے۔

آتی ہے مجھے غیب سے آواز مسلسل
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

صبر اور قوت برداشت کی حقیقت

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

ہمارے سلسلہ کی بنیاد توحید ہے اور ہمارا مقصد اور ہمارے سلوک کی آخری منزل ذات باری تعالیٰ کا قرب اور دیدار ہے۔ یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس عمارت کی بنیاد ہی کمزور یا غلط ہو گی وہ عمارت کبھی مضبوط نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ کسی شاعر نے کس قدر سچ کہا ہے کہ

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اسی لئے میں آپ سے ہمیشہ سے یہی کہا کرتا ہوں کہ توحید کو بدرجہ کمال حاصل کرو اور پکے اور سچے توحیدی بنو۔ تب تمہارے اذکار و اعمال میں وہ طاقت پیدا ہو گی جو خدا تک پہنچانے کے لئے ضروری ہے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ ہم توحیدی ہیں اور اپنے نام کے بعد "توحیدی" لکھ کر فخر سے سر اونچا کر لینا ہرگز کافی نہیں۔ بلکہ محض مذاق ہے۔ ایک توحیدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوائے خدا کے نہ تو کسی سے ڈرے نہ کسی کے سامنے سر جھکائے نہ کسی سے مدد مانگے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ تم دنیا سے تعلق قطع کر کے رہبانیت اختیار کر لو اور اسباب و وسائل سے کام لینا چھوڑ دو۔ یاد رکھو ترک وسائل اسلام میں قطعاً" ناجائز ہے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ اگر تم کو ایسے دشمن سے واسطہ پڑ جائے جو تمہاری دانست میں بہت زیادہ قوی ہے اور تمہاری جان و مال کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے تو بھی تم اس سے ہرگز نہ ڈرو۔ خدا پر یقینی طور پر بھروسہ رکھو۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور بے فکر ہو کر اس کا مقابلہ کرو یقیناً" تم فتحیاب ہو گے۔ ایسے موقعہ پر تمہاری قوت ارادی اور خدا پر یقین کی طاقت کس طرح دشمن کے ذہن پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کو سمجھانے کے لئے ایک بہت بڑے مضمون کی ضرورت ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس کی بابت میں بہت مختصر طور پر مجملاً" کسی دوسرے خطبے میں بیان کر چکا ہوں، یہاں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس وقت تمہارے دل و دماغ سے جو لہریں نکل کر دشمن کے دماغ سے ٹکراتی ہیں وہ اس قدر قوی ہوتی ہیں کہ دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگ اٹھتا ہے اور تمہاری تھوڑی سی نفری اس کی اپنی تعداد کثیر سے کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اس کے قدم اکھڑ جاتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے

قرآن کریم میں اس کو یوں بیان کیا ہے کہ "ہم دشمن کے دل میں خوف طاری کر دیتے ہیں اور وہ مقابلہ کرنے کی بجائے بھاگ جانے ہی میں عافیت سمجھتا ہے" تم کو اگر رات کے وقت جنگل میں بھوت وغیرہ سے ڈر لگا ہو تو تمہیں یاد ہو گا کہ اس وقت خوف کے عالم میں جنگل کا ایک ایک جھاڑ بلکہ ایک ایک تنکا بھوت نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح مفلسی اور ناداری میں بھوک اور فاقہ کا خطرہ ہو اور بظاہر کوئی سامان اور سبب تم کو اس مصیبت سے بچانے کا نظر نہ آتا ہو تب بھی ایک توحیدی کو مطلق ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ خدا پر بھروسہ اور یقین رکھنا چاہئے کہ وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اگر تم واقعی توحیدی ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو تو یقیناً مدد آئے گی اور کسی ایسے گوشے سے آئے گی جس کا تم کو وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔ میرے مرشد مولانا کریم الدین احمدؒ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ "میں ایک مرتبہ مدت دراز تک برما کے جنگلوں میں بعالم استغراق صحرانوردی کیا کرتا تھا۔ ایک دن مجھے سخت بھوک لگی کیونکہ کئی دن سے کچھ کھایا نہ تھا مگر وہاں کوئی چیز بھی کھانے کو نہ تھی۔ نہ درختوں پر پھل تھے نہ ان کے پتے ہی ایسے تھے کہ چبائے جا سکتے مجبوراً ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر دل میں کہا کہ یا اللہ! بھوک بہت سخت ہے برداشت نہیں۔ ابھی دو چار منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ آسمان پر بہت سی چیلیں اڑتی نظر آئیں وہ بڑی تیزی و تندی سے آپس میں لڑ رہی تھیں غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ایک چیل کے پنجے میں کوئی چیز ہے جو دوسری چیلیں اس سے چھیننا چاہتی ہیں۔ میں سمجھا کہ یہ خرگوش کا بچہ ہے جو چیل کہیں سے لے آئی ہے۔ آخر میں جنگ اس قدر تیز ہو گئی کہ چیل کے پنجوں میں جو چیز تھی چھوٹ گئی اور بالکل میرے سامنے آ کر گری۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک رومال ہے جس میں کچھ بندھا ہوا ہے۔ کھولا تو اس میں سے چار پراٹھے اور چار انڈے کی نکیاں نکلیں۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور پیٹ کی آگ بجھائی۔ تو برادران حلقہ! جو خدا پر واقعی بھروسہ رکھتا ہے۔ خداوند قدوس اس کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔

اسی طرح اور بہت سے الجھنیں اور پریشانیاں ہیں جو کسی وقت بھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ مثلاً بیماریاں، مقدمات، میاں بیوی کی ناچاقی، ہمسائیوں کی بے جا زیادتیاں، دفتروں میں افسروں کی ناراضی، ملازمت جانے یا رک جانے کا خوف، کاروبار میں نقصان۔ الغرض ایک بات ہو تو بیان کیا جائے۔ یہاں تو جس طرف دیکھو خطرات اور پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جب کہ پیدا کرنے والے نے خود ہی کہہ دیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی کبد (ہم نے انسان کو

پیدا کی پریشانیوں کے بیچ میں کیا ہے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حالت یہ ہے تو انسان کس طرح اطمینان و سکون کی زندگی بسر کر سکتا ہے اور اس کو حقیقی خوشی اور دائمی مسرت کس طرح میسر آسکتی ہے۔ جواب یہ ہے کہ صرف پکا اور سچا توحیدی بن کر۔ وہ کس طرح؟۔۔ وہ اس طرح کہ کوئی شخص صرف زبان سے یہ کہہ دینے سے کہ میں صرف ایک خدا کو مانتا ہوں توحیدی نہیں بنتا بلکہ خدا نے قرآن پاک میں جو کچھ احکام و ہدایات دی ہیں ان پر دل سے یقین اور صداقت سے عمل کرنے سے توحیدی بنتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب تم پر کوئی مصیبت پڑے تو حکم ہے کہ صبر اور صلوۃ کے ذریعہ خدا سے مدد مانگو۔ افسوس یہ کہ آج عام مسلمان صبر کے صحیح معنی بھی نہیں جانتے۔ صبر کے معنی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب کوئی مصیبت پڑے تو اس کو دور کرنے کیلئے عمل کچھ نہ کرو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے خاموش گھر میں بیٹھ جاؤ اور انتظار کرتے رہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی نہ کسی دن اس مصیبت کو خود ہی دور کر دے گا۔ چنانچہ زبان سے ایسے ایسے محاورے بھی نکل جاتے ہیں کہ "ہم تو صبر کئے بیٹھے ہیں"۔ "میرا صبر پڑے تیری جان پر"۔ "مجبوری کا نام صبر ہے" وغیرہ وغیرہ۔ صبر کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں بلکہ صبر کے معنے ہیں "برداشت کرنا" اور خوشی سے برداشت کرنا"۔ میں بھی پہلے صبر کے وہی معنی سمجھتا تھا جو اوپر بیان ہوئے ہیں لیکن ایک دن فتوح الشام میں جنگ یرموک کی ایک لڑائی کا ذکر پڑھتے ہوئے یہ الفاظ نظر سے گزرے۔ "جب رات کا اندھیرا بہت گہرا ہو گیا تو لڑائی بند ہو گئی اور صحابہ ؓ کبار اپنے اپنے خیموں پر واپس آئے تو ان میں دو صحابہ ؓ (جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں) جب اپنے خیمے میں پہنچے تو اپنی زرہ بکتر وغیرہ اتارتے ہوئے ایک صحابی ؓ نے دوسرے سے کہا۔ الحمدللہ کہ آج اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑا صبر عطا کیا۔ "صبح کی نماز کے بعد جب لڑائی شروع ہوئی اس وقت سے اب تک میں دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر برابر لڑتا رہا ہوں نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ لیکن میں نے ذرا تکان محسوس نہیں کی۔ دو ایک مرتبہ کچھ سستی سی غالب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نئے سرے سے دل میں وہ طاقت پیدا کی کہ نئے ولولہ اور جوش سے پھر لڑنے لگا اور سینکڑوں کافروں کو جہنم پہنچایا" یہ الفاظ پڑھ کر میرے ذہن میں صبر کے معنی اسطرح کھلے جیسے کوئی چیز آنکھوں سے نظر آتی ہے۔ اس وقت میں سمجھا کہ صبر کے معنی تو برداشت کرنے کے ہیں اور وہ بھی خوشی سے برداشت کرنے کے ہیں۔ یعنی جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے یا کوئی مصیبت آپڑے تو اس کو دفع کرنے کے لئے بھرپور کوشش

کرو۔ اور وہ بھی اس طرح کہ سستی' تکان یا مایوسی کا خیال تک تمہارے دل میں نہ آنے پائے۔
اب آپ غور کریں کہ جب کوئی آدمی اس شان سے کوشش کرے گا تو اول تو وہ یقیناً" کامیاب ہو گا
اور اگر نہ بھی ہو تو کوشش کے دوران مصیبت کا خیال اس کے دل و دماغ کو ہرگز اس طرح متاثر نہ
کرے گا جیسا کہ خاموش بیٹھے رہنے میں کرتا ہے۔
الغرض ایک توحیدی کہیں بھی اور کسی بھی حال میں ہو سوائے خدا کے نہ کسی سے ڈرتا ہے نہ
کسی سے مدد چاہتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کے بنائے اور بتائے ہوئے وسائل سے
کام لینا ترک کر دیتا ہے بلکہ ہر مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنے کے بعد بھی اگر
ناکامیاب ہو جاتا ہے تب بھی ہمت نہیں ہارتا اور مایوس نہیں ہوتا بلکہ خوش ہی رہتا ہے۔ ایسی
حالت میں وہ اس آیت کی طرف رجوع کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک چیز کو تم اپنے
لئے پسند کرتے ہو۔ لیکن اللہ اس کو تمہارے لئے پسند نہیں کرتا (اس لئے نہیں دیتا)۔ یہ آیت اس
کو بے انتہا سکون اور طاقت قلبی عطا فرماتی ہے۔ اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ اگر میری کوشش
کامیاب ہو جاتی تو انجام کار وہ میرے لئے مفید ہونے کے بجائے انتہائی تکلیف دہ اور ممکن ے کہ
تباہ کن ثابت ہوتی۔ برادران حلقہ! ایسے تین چار واقعات خود مجھ کو اپنی زندگی میں پیش آئے ہیں
اور میرا ذاتی تجربہ ہے۔ آپ کو میرے تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہئیے۔ میں وہ واقعات یہاں محض
طوالت کے خوف سے تحریر نہیں کر رہا لیکن عام مجلسوں میں اکثر آپ لوگوں کو سناتا رہتا ہوں۔ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم پر جو مصیبت آنے والی ہے وہ ہم نے پہلے ہی سے تمہارے نام کتاب میں لکھ
دی ہے۔ اس آیت سے بھی تم کو ذہنی اور قلبی تقویت ملنی چاہئیے۔ تم کو سوچنا چاہئیے کہ جب اللہ
نے یہ مصیبت ہمارے نام پہلے ہی سے لکھ دی ہے تو اس پر گھبرانا' رنج کرنا یا مایوس ہو جانا' انتہائی
ناشکری' کفران نعمت بلکہ ایک قسم کی بغاوت ہے۔ اگر آنے والی مصیبتوں کو نعمت سمجھ لو تو تم کو
دائمی مسرت جیسی نعمت حاصل ہو جائے۔ جو کروڑوں اور اربوں روپے میں بھی حاصل نہیں ہو
سکتی۔ یہاں آپ کے دل میں یقیناً" یہ خیال یا سوال پیدا ہو گا کہ بھلا مصیبت کو نعمت اور رحمت کس
طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے قرآن پاک غور سے نہیں پڑھا۔ غور سے
پڑھا ہوتا تو یہ اعتراض ہرگز دماغ میں پیدا نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں۔ علمه الذین یستنبونه (قرآن
کا علم ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اس میں سے نتائج اخذ کرتے ہیں) تو بہت سی آیات ایسی ہیں کہ

اگر ان کو بار بار غور سے پڑھا جائے اور سمجھنے کی کوشش کی جائے تو نہایت صحیح معنی سمجھ میں آتے ہیں۔

دیکھئے اللہ کے فرمان کے مطابق مصیبت اس طرح نعمتوں کے تکمیل کا باعث ہوتی ہے۔ مصیبت میں خدا زیادہ یاد آتا ہے اور تضرع وزاری کے ساتھ یاد آتا ہے۔ قلب میں جو غرور اور خشونت اور رعونت یا غصہ پیدا ہوتا ہے وہ عام جسمانی اور قلبی و دماغی کمزوری کی وجہ سے اگر بالکل کمزور نہ ہو بہت کچھ کم ضرور ہو جاتا ہے اور طبیعت شر و فساد سے ہٹ کر نیکی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ زندگی سے مایوسی کی وجہ سے انسان اپنے پچھلے گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کرلیتا ہے۔ یہ تو ہے عوام کے لئے سالکان راہ خدا کا تجربہ ہے کہ جس قدر مدد اس سے ملتی ہے وہ کسی اور ریاضت و عبادت سے نہیں ملتی۔ اب خود سوچئے کہ لقاء اور قرب خداوندی سے زیادہ بڑی نعمت اور کون سی ہو سکتی ہے اور یہی ہے وہ تکمیل نعمت جس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مصیبتوں اور تکلیفوں سے سب سے بڑی نعمت جو انسان خصوصاً" ایک سالک کو ملتی ہے وہ ہے قوت برداشت۔ یہ صفت اتنی اہم ہے کہ اگر کسی انسان میں نہ ہو تو وہ یا تو پاگل ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ غور کیجئے کہ ہر انسان کو صبح سو کر اٹھنے سے رات کو سونے تک ایسی بیسیوں باتیں پیش آتی ہیں جو اس کو سخت ناگوار گزرتی ہیں اور اس کے دماغ پر بہت برا اثر کرتی ہیں۔ مثلاً" ناشتہ حسب منشاء نہ تھا۔ ایک بچے نے پلیٹ توڑ دی۔ دوسرے نے اپنے چاقو مار لیا۔ خرچ پر بیوی سے جھڑپ ہو گئی۔ اب دفتر پہنچے تو دیکھا کہ صاحب بہادر کا پارہ کھولاؤ کے درجے تک پہنچا ہوا ہے۔ دن بھر جاو بیجا جھاڑ پڑتی رہی۔ گھر کو لوٹے تو راستے میں ایک دوست سے فضول سی بحث ہو گئی۔ الغرض نوے فی صدی لوگوں کے دن رات ایسی ہی لغویات میں صرف ہوتے ہیں۔ پہلے تو وہ برداشت کرتے ہیں پھر رفتہ رفتہ عادی ہو جاتے ہیں۔ سیاست دانوں کے دن رات بھی جوڑ توڑ اور سیاسی جھگڑوں میں کٹتے ہیں۔ بہت بڑے اولوالعزم لوگ جو

زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ ستیز

کے اصول پر چل کر اپنا راستہ ہی سارے ملک و معاشرے سے الگ بنانا چاہتے ہیں۔ ان کے تفکرات بھی اتنے ہی شدید ہوتے ہیں۔

مہم جو بہادروں کی ہمت پر غور کیجیے موت سے لڑ کر پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کرتے ہیں میدان

جنگ میں جب انتہائی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہو اگر فوجوں کو لڑانے والے افسر اور جنرل برداشت کی قوت سے عاری ہوں یا گھبرا جائیں تو ساری فوج کی تباہی اور شکست فاش یقینی ہے۔

چنگیز خاں کے تین برس تک سخت خارش رہی مگر اس نے تین برس میں ایک مرتبہ بھی نہیں کھجایا۔ یہ ہے قوت برداشت۔ نپولین بارہ گھنٹے گھوڑے پر سوار رہتا نیند آتی تو وہیں سو جاتا۔ مصطفیٰ کمال پاشا جب پہلی جنگ عظیم میں گیلی پولی پر انگریزوں سے لڑ رہا تھا تو اس نے اپنا ہیڈ کوارٹر ایک پہاڑی کی چوٹی پر بنایا تھا۔ ہیڈ کوارٹر کیا تھا صرف ایک خیمہ تھا۔ وہیں سے وہ اپنی فوج کو لڑاتا تھا۔ ایک دن انگریزوں نے اس قدر سخت گولہ باری کی کہ گولے خیمے سے بیس پچیس فٹ کے فاصلے پر گرنے لگے۔ سٹاف کے افسروں نے کہا کہ آپ کا خیمہ اور پیچھے لگا دیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ وہیں سے فوج کو لڑاتا رہا اور آخر کار انگریزوں کو ایسی سخت شکست دی جو برطانیہ کی تاریخ میں سب سے بڑی اور سب سے تباہ کن شکست تھی۔ یہ ہے قوت برداشت جس کے بغیر دنیا کے کسی عظیم الشان کام میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔

پیغمبروں کی ہمت اور قوت برداشت پر نظر کیجئے۔ جاہل عوام کی اصلاح کے لئے کیسی کیسی سخت تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں تزلزل نہیں آنے پاتا۔ خود اپنے نبی کریم ﷺ کی مکے کی ۱۳ سال کی زندگی کا مطالعہ کیجئے اگر حضور ﷺ دشمنوں کے مقابلے میں اس قدر ٹھنڈے دماغ اور برداشت سے کام نہ لیتے اور بات بات پر مشتعل ہو جاتے دشمنوں سے لڑنے لگتے تو آج اس دنیا میں اسلام کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ یہی حال صوفیوں کا ہے جو لقائے ربانی اور قرب باری تعالیٰ کا مقصد سامنے رکھ کر سلوک طے کرتے ہیں۔ ان کو بھی ہر ہر قدم پر خانگی، معاشرتی اور مالی رکاوٹوں اور حوادثات کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ اس سلوک کے لئے ضروری ہے کہ جب تک سالک اللہ کا خیال ذہن میں رکھے کوئی شے ارتکاز خیال میں رکاوٹ ڈالنے والی نہ ہو۔ چونکہ یہ ممکن نہیں، اس لئے لامحالہ قوت برداشت کا دامن تھامنا اور اسی کی مشق کرنی ہوتی ہے۔ جب تک قوت برداشت بدرجہ کمال حاصل نہ ہو جائے راہ سلوک میں دو قدم آگے بڑھنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو صرف اتنی دیر کی بات ہے جبکہ سالک مراقبہ یا دھیان میں ہو۔ سب سے مشکل بات تو یہ ہے کہ روزانہ کی زندگی میں جو قابل برداشت واقعات اور حادثات پیش آتے ہیں ان کا بھی سالک کی دل پر اتنا اثر نہ ہو جو خدا کو بھلا دے مثلاً" سالک کا اکلوتا جوان بیٹا مر جائے۔

بڑی عزت اور معقول تنخواہ کی نوکری چھوٹ جائے۔ اور پاس ایک پیسہ نہ ہو اور بیوی بچوں کا خرچ ناگزیر ہو جائے' گھر میں آگ لگے یا چوری ہو جائے کہ ایک چیز بھی باقی نہ بچے۔ جھوٹا الزام لگے اور قید خانے کی ہوا کھانی پڑے۔ کوئی سخت اور لمبی بیماری آن پڑے اور علاج کی مقدرت نہ ہو۔ الغرض یہ اور ایسی ہی کئی مصیبتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے راستے کے سالکوں کو نوازتا ہے۔ جیسا کہ اس نے خود قرآن کریم میں فرمادیا ہے۔ اب آپ خود سوچیں کہ ان روح فرسا اور ہوش ربا مصائب و آلام کے ہوتے ہوئے کون مائی کا لال ہے جو ان کا اثر دل پر نہ ہونے دے اور برابر آگے بڑھتا چلا جائے۔ اثر ضرور ہونا چاہیے کیونکہ اسلامی تصوف میں نفس کو بالکل ہلاک کر دینا اور خواہشات کو قطعاً مٹا دینا سخت منع ہے۔ لیکن یہ اثر اگر دس پانچ منٹ نہیں تو زیادہ سے زیادہ دو چار گھنٹے رہنا چاہیے۔ اس کے بعد جب خدا کی طرف دھیان کرے تو سوائے خدا کے کچھ بھی یاد نہ رہے۔ اس سے روحانی قوت اتنی بڑھتی ہے اتنا سکون قلب حاصل ہوتا ہے کہ جس کو تجربہ ہو صرف وہی جان سکتا ہے۔

میں نے جو حلقہ توحیدیہ کی تعلیم میں تزکیہ اخلاق کے لئے غصہ کو نفی کرنا لازم قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ کی نفی سے قوت برداشت پیدا ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ کے لوگ قوت برداشت پیدا کرنے کے لئے اپنے مریدوں کو کئی کئی سال تک سفر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ سقے اور خاکروب کا کام کراتے اور بھیک منگواتے تھے۔ آج زمانہ بدل چکا ہے۔ زندگی کے طریقے' سوچنے کے انداز اور ذہنیت بالکل بدل گئی ہے۔ اگر ایسا کوئی حکم دیا جائے تو شاید ایک آدمی بھی حلقہ میں شامل نہ ہو۔ پھر غصہ کی نفی میں یہ فائدہ ہے کہ اس کی مشق گھر میں ہی ہو سکتی ہے۔ آپ اپنی بیوی کی غلطیوں حتیٰ کہ بدمزاجی پر مطلق غصہ نہ کریں۔ بعض باتوں کو نظر انداز کر جائیں اور بعض پر نہایت میٹھے اور نرم لہجہ میں سمجھادیں۔ بچوں کی شرارتوں اور نوکر کی خطاؤں پر ہرگز غصہ نہ کریں بلکہ نرمی اور پیار سے سمجھادیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ادھر آپ کا غصہ بہت کم ہو جائے گا ادھر بیوی بچوں اور نوکروں کی بھی کسی نہ کسی قدر اصلاح ہو جائے گی۔ ہمارے حلقہ میں ایک صاحب ہیں جن کے غصہ سے نہ صرف گھر والے بلکہ ماں باپ اور اہل محلہ بھی ڈرتے تھے اور ڈر کی وجہ سے کوئی ان کے پاس نہ جاتا تھا۔ وہ جب بیعت ہوئے اور میں نے غصہ کی برائیاں ان کو سمجھائیں تو انھوں نے صرف دس پندرہ دن میں غصہ بالکل نفی کر دیا۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گھر اور محلہ میں سب سے

زیادہ ہر دل عزیز ہیں۔ وہ خود مجھے کہتے تھے کہ قبلہ صاحب کہ جس آدمی میں غصہ ہو وہ انسان نہیں حیوان اور درندہ ہے۔

اب آپ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جانی چاہیے کہ ذکر کا حسب دلخواہ فائدہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہو گا اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے اور آنے والی مصیبتوں کو اگر کوئی ٹال سکتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ٹال سکتا ہے۔ لہٰذا اسی سے دعا کرو اسی کے آگے روؤ اور اسی سے مانگو جو مانگنا ہے ہرگز کسی زندہ یا مردہ بزرگ سے استعانت نہ چاہو۔ اس کا ڈائریکٹ تعلق اپنے ہر بندہ کے ساتھ ہے۔ وہ سمیع ہے بصیر ہے' مجیب الدعوات ہے۔ اگر اس پر بھی تمھاری دعا قبول نہ ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ تم مانگ رہے ہو' خدا اس کو تمھارے لئے اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اپنی مرضی کو اس کی مرضی کی سپرد کر دو اور جو کچھ بھی ہو اس پر خوش رہو۔ کیا مسلمان ہو کر یا توحیدی بن کر تم نے خدا سے یہ ٹھیکہ کر لیا ہے کہ جب تک وہ تمھاری مرضی کی مطابق کام کرتا رہے اس وقت تک وہ تمھارا خدا اور تم اس کے بندے ہو اور جب کوئی کام وہ تمھاری مرضی کے خلاف کرے تو پھر کس کا خدا کس کی بندگی؟ لاحول ولا قوت الا باللہ لعنت ہے ایسی بندگی پر۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا راضی برضائے الٰہی رہنا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ مگر یہاں معاملہ بالکل الٹا ہے۔ ہمارے حلقہ والوں کے جو خطوط آتے ہیں ان میں اسّی فیصد میں ایسی درخواستیں اور مطالبات ہوتے ہیں کہ گویا میں خود خدا ہوں (نعوذ باللہ) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام اختیارات میرے سپرد کر دیئے ہیں۔ چنانچہ ان خطوط میں سے چند ایک کے اقتباسات بطور نمونہ "مشتے از خروارے" یہاں لکھے جاتے ہیں۔

قبلہ صاحب! (۱) آمدنی بہت قلیل اور اولاد کثیر ہے ترقی کی دعا فرمائیں۔ (۲) مجھے صرف تین سو تنخواہ ملتی ہے ۸ بچے ہیں گزارہ نہیں ہوتا۔ (۳) قرض بہت ہے ہر وقت پریشان رہتا ہوں کوئی عمل یا تعویز بھیج دیں۔ (۴) بیوی بہت بدمزاج ہی کوئی وظیفہ لکھیں کہ اس کا مزاج ٹھیک ہو جائے اور مجھ سے لڑنا چھوڑ دے۔ (۵) خاوند بہت ظالم ہے میرے ساتھ بہت برا سلوک کرتا ہے اور بچوں کو بھی مارتا رہتا ہے۔ (۶) میری شادی کو ۸ برس ہو گئے ہیں اولاد نہیں ہوتی۔ (۷) بچے بہت شریر ہیں پڑھنے سے دل چراتے ہیں کوئی عمل لکھیں۔ (۸) میرے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں اولاد نرینہ کے

لئے دعا فرمائیں۔ (۹) پڑوسی بہت تنگ کرتے ہیں سخت پریشان ہوں دعا کریں کہ وہ درست ہو جائیں یا پڑوس چھوڑ دیں۔ (۱۰) بچے ہمیشہ بیمار رہتے ہیں کوئی عمل لکھیں۔ (۱۱) گھر میں ہر وقت جھگڑا رہتا ہے کوئی عمل بتائیں۔ (۱۲) میری بھینس ۱۳ سیر دودھ دیتی تھی اب صرف ۳ سیر دودھ دیتی ہے کوئی تعویز بھیج دیں۔ (۱۳) بھینس کے تھنوں میں سے دودھ کی بجائے خون آتا ہے کوئی تعویز بھیج دیں۔ (۱۴) ایک بکری تھی جس کا دودھ بچے پی لیتے تھے وہ بھی چوری ہو گئی دعا کریں کہ مل جائے۔ (۱۵) دشمنوں نے جھوٹا مقدمہ کیا ہوا ہے کامیابی کی دعا کریں۔ (۱۶) میں نے پانچ بانڈ خریدے ہیں دعا کریں کہ اول انعام نکل آئے۔

الغرض ننانوے فیصد خطوط میں یہی خرافات ہوتی ہیں۔ کہاں تک لکھوں کیا میری تعلیم کا یہی اثر ہوا ہے۔ کیا لوگ کسی لحاظ سے بھی توحیدی کہلانے کے مستحق ہیں۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہا ہوں۔ میں اپنی طرف سے توفیض پہنچانے اور ان کے اخلاق کو سدھارنے کی کوشش میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ پھر خدا جانے ان لوگوں میں خدا سے وہ تعلق اور وہ روحانی سپرٹ کیوں نہیں پیدا ہوتی جو ہونی چاہیئے یا تو یہ لوگ تعلیم پر عمل نہیں کرتے یا پھر نئے آنے والوں تک میرے تعلیم میری اسپرٹ کی مطابق پہنچتی ہی نہیں۔ برادران حلقہ! یہ آپ کا فرض ہے کہ جو لوگ پرانے ہیں نئے آنے والے بھائیوں کو تعلیم سے پوری طرح آگاہ کریں اور اپنی مثال سے ہر ایک میں وہ اسپرٹ پیدا کریں جو ایک توحیدی میں ہونی چاہیئے۔

اگر دل و دماغ کو دنیوی تفکرات سے پاک اور بے نیاز کر کے پوری دھیان سے نفی اثبات اور خاص کر پاس انفاس کی مشق مداومت کی ساتھ کی جائے تو ناممکن ہے کہ تین چار ماہ میں مطلوبہ نتائج پیدا نہ ہوں۔ آج اس خطبہ میں میں آپ کو پاس انفاس کے ذکر کے متعلق ایک اور نکتہ بیان کرتا ہوں۔ اگر اس نقطہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ذکر کیا جائے تو اور بھی زیادہ فائدہ ہوگا اور برسوں کا کام چند ماہ میں ہو جائے گا۔ یہ نکتہ آج تاریخ تصوف میں پہلی مرتبہ بتایا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی بزرگ نے نہیں بتایا۔ مجھ سے سوال کیا گیا کہ پاس انفاس کے متعلق قرآن پاک میں جو آیت ہے۔ واذکر ربک فی نفسک سے ولا تکن من الغافلین اس کے پہلے الفاظ وذکر ربک فی نفسک کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ الفاظ کی لفظی معنی تو ہیں "اپنے رب کو یاد کرو اپنے نفس میں" لیکن نفس میں تو کوئی چیز یاد نہیں کی جاتی باتیں تو دل میں یاد کی جاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے

بجائے فی قلبک کہنے کے فی نفسک کیوں کہا اس میں کیا حکمت ہے۔ میں نے جواب دیا نفس خواہشات کا گھر ہے ہر خواہش بری ہو یا اچھی نفس سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً" تمہارے سامنے دو چار گز کے فاصلے پر ایک خوب صورت پھول کھلا ہوا ہے۔ تمہارے دل میں اس کو توڑ کر پاس رکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ تم وہاں تک چل کر گئے اور پھول توڑ کر لے آئے۔ تم نے کبھی سوچا کہ تمہارے دل میں خواہش پیدا ہونے سے پھول توڑ کر واپس آنے تک کیا عمل ہوا۔ حرکت پیدا ہوئی۔ تم گئے' پھول توڑے واپس آئے۔ تمہاری خواہش کی تکمیل ہوگئی۔ اسی طرح ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے حرکت کا ہونا ضروری ہے۔ اور حرکت ہی زندگی کا ثبوت بلکہ عین زندگی ہے۔ اس لئے اگر نفس نہ ہوتا تو خواہش نہ ہوتی۔ خواہش نہ ہوتی تو حرکت نہ ہوتی۔ حرکت نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی چہل پہل' رونق اور زندگی کے آثار نہ ہوتے۔ اس لئے غور کیا جائے تو نفس اور خواہش مترادف الفاظ ہیں۔ یہ کلام ربانی کی انتہائی بلاغت ہے اور یہ سارا قصہ بیان کرنے کے لئے قلب کے بجائے صرف نفس کا لفظ لکھ دیا۔ اس طرح مطلب یہ نکلا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو تمہارے دل میں اس کے دیدار کی خواہش بھی ہونی چاہئے۔ یعنی جب تم اللہ کہو تو ساتھ ہی دل میں یہ خواہش بھی ہو کہ اپنی لقاء سے مشرف فرما مجھے نظر آجا اپنا جمال جہاں آراء دکھا دے۔ تو اے میرے بھائیوں اور بیٹوں! تم اس خواہش اور تڑپ کے ساتھ پاس انفاس کرو۔ تو صرف پانچ منٹ کا ذکر چوبیس گھنٹے کے ذکر سے کہیں افضل ہوگا۔ اور جو کام برسوں میں ہوتا ہے انشاء اللہ چند ماہ میں ہو جائے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دن یا رات میں دس پندرہ منٹ ایسے مقرر کر لو جب کوئی تمہاری ذکر میں خلل انداز نہ ہو۔ اب دس منٹ برابر اسی طرح یہ ذکر کرو۔ ختم ہونے پر نبی کریم ﷺ کی روح پاک پر درود بھیجو۔ پھر غور کرو کہ ذکر سے پہلے تمہاری کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے۔ مجھ ناچیز کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ انجام بخیر کرے۔

اس ضمن میں دو باتیں اس وقت اور یاد آگئیں چونکہ وہ بھی ہمارے توحیدی مسلک سے خاص تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لکھ دوں' پھر خدا جانے کہ موقع ملے یا نہ ملے۔ پہلی تعلیم قیام تعظیمی کی بابت ہے۔ اور دوسری دعا بالواسطہ کی۔ یہ دو سوال اکثر مجھ سے پوچھے جاتے ہیں۔ قیام تعظیمی کی بابت مجھ سے کہا جاتا ہے کہ جب یہ حضور نبی کرم ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ جائز ہے تو اپنے مریدوں اور دوسرے ملاقاتیوں کو کیوں منع کرتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ کہ قیام تعظیمی کو میں ہرگز ناجائز نہیں سمجھتا مگر اپنے لئے اس کو اس زمانہ کی مردہ پرستی کی حالت کو دیکھتے ہوئے پسند نہیں کرتا۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث یہ بھی ہے کہ "ایک مرتبہ طویل عرصہ کی علالت کے بعد جب حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میں آیا کروں تو تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو یہ قیصرو کسریٰ کی درباروں کی دستور ہے۔" اس حدیث کی روشنی میں اگر کوئی شخص اس کو پسند نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور میرے نہ پسند کرنے کی تو خاص اور بڑی اہم وجہ بھی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ پیر صاحب یا مولانا صاحب گھر میں تشریف فرماہیں اور باہر آدمی جمع ہو جاتے ہیں۔ جب کافی آدمی جمع ہو جاتے ہیں تو حضرت صاحب باہر تشریف لاتے ہیں اور سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میری دلیل یہ ہے کہ نفسیاتی طور پر ناممکن ہے کہ حضرت صاحب کے دل و دماغ میں دوسروں پر اپنی فضیلت کا تیقن پیدا نہ ہو۔ اور جب یہی حرکت مدت تک بار بار دہرائی جائے تو یقین فضیلت اگر غرور و تکبر میں تبدیل ہو جائے تو یہ بات ایک سالک کے لئے راہ خدا میں سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان آنے والوں کی ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں۔ اور بچوں میں سمجھ بالکل نہیں ہوتی۔ وہ تو جیسا دوسروں کو کرتے دیکھتے ہیں 'بغیر وجہ اور سبب دریافت کئے کرتے رہتے ہیں۔ (یہی وجہ ہے کہ ان کی نمازیں بھی رسمی ہوتی ہیں) جوں جوں بڑے ہوتے ہیں یہ عادت بھی راسخ ہوتی جاتی ہے اور آخر کار وہ ان پیروں اور مولویوں کو عام آدمیوں سے افضل سمجھنے لگتے ہیں۔ اور مصیبت اور ضرورت کے وقت خدا سے مانگنے اور خدا کے آگے جھکنے کی بجائے انہی حضرات کے پاس اپنی حاجت روائی کے لئے جاتے ہیں۔ یہی چیز شخصیت پرستی ہے جو بال آخر انسان کو خدا سے بالکل نیاز کر کے بندوں کا بندہ بنا دیتی ہے۔ اور جب یہ حضرات مرجاتے ہیں تو ان کے معتقدین ان کی قبروں سے اپنی مرادیں اور منتیں مانگتے ہیں یہ بہت بڑا شرک ہے۔ اسی سے ہندوؤں میں بت پرستی اور مسلمانوں میں قبر پرستی پیدا ہوئی ہے۔ ہندوؤں میں رام چندر 'مہادیو' کرشن چندر وغیرہ کے بت پجتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ مسلمانوں میں جو ارباب من دون اللہ ہیں۔ انکو آپ جانتے ہیں۔ جاری ہے

(بحوالہ چراغ راہ خطبہ نمبر11)

حقیقت دعا احادیث کی روشنی میں

(سید محمد عبداللہ بخاری)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے پناہ پیار کرتا ہے اس کے پیار کی شدت ماں کے پیار سے کئی گناہ زیادہ ہے بعض روایات میں ستر گناہ زیادہ ہے جب ایک ماں اپنے بچے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دکھ و تکلیف میں رکھے اور جب اللہ کے بندے اس سے دعا مانگیں تو وہ نہ سنے ہر گز ایسا نہیں ہے۔ انسان کی ہر دعا قبول ہوتی ہے اور کسی کی دعا کی قبولیت میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ دعا کی قبولیت کے کئی طریقے ہیں اور یقیناً وہ خبیر و بصیر کی خاصیت رکھنے والا رب انسان کے بہترین مفاد میں اس کی ہر دعا قبول کرتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کوئی مسلمان جب دعا کرتا ہے اور اس میں کوئی گناہ یا قطع رحمی کی بات نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ بہر حال اسے تین شکلوں میں قبول فرماتا ہے۔

1۔ یا تو اس کی دعا فوراً قبول کر لی جاتی ہے

2۔ یا اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے

3۔ یا اگر وہ دعا نہ قبول کرتا ہو تو کوئی مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے۔

صحابہ کرام ؓ نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے ہم اب بہت زیادہ دعا مانگیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ہاں کمی نہیں (احمد)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہم جتنا بھی اللہ سے مانگیں کم ہے اس کا فضل و رحمت بہت وسیع ہے ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔1۔ مظلوم کی دعا جب وہ بدلہ نہ لے 2۔ حاجی کی دعا جب تک وہ پلٹ کر گھر نہ آ جائے۔ 3۔ مجاہد کی دعا جب تک کہ وہ جہاد سے واپس نہ آ جائے۔ 4 بیمار کی دعا جب تک وہ شفا نہ پائے 5۔ اور ایک مسلمان بھائی کا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا مانگنا یہ ان دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی دعا ہے=(بیہقی)

یہ تو پہلے آ چکا کہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہر حال میں قبول ہوتی ہے۔ اب مظلوم جب تک اپنے

ظلم کا بدلہ نہ لے اس کی دعا قبول ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے اور وہ مظلوم کی دعا کو غور سے سنتا ہے اور مظلوم کیونکہ بہت دکھی ہوتا ہے اس لئے وہ بڑے عجزو انکساری اور دل سوزی سے اپنے رب کو پکارتا ہے اس لئے اس کی دعا ضروری قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح حاجی اور مجاہد صرف اور صرف خدا کے لئے اس کی رضا کے لئے اپنا گھر چھوڑتے ہیں اس لئے ان پر اللہ کی رحمت و برکت اور فضل کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اسی طرح بیمار چونکہ اپنے دکھ و تکلیف کے سبب پوری طرح خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لئے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پیٹھ پیچھے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول کرتا ہے کیونکہ صرف رشتہ اخوت کے باعث اس کی غیر حاضری میں اللہ سے اس کے لئے بھلائی کا طلب گار بالکل بے لوث اس کے لئے اللہ سے بھلائی مانگ رہا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اسے رد نہیں کرتا۔

جب کبھی اپنے کسی غائب یا غیر حاضر بھائی کے لئے دعا کریں تو پہلے اپنے لیے بھی وہ دعا کریں کیونکہ یہ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی کا ذکر کرکے اس کے حق میں دعا مانگتے تھے تو پہلے اپنا ذکر کرتے تھے (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین دعائیں ایسی ہیں جن کے قبول ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اول باپ کی دعا۔ دوسرے مسافر کی دعا۔ تیسرے مظلوم کی دعا (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ ایک روزہ دار کی دعا جب وہ روزہ افطار کرتا ہے دوسرے امام عادل کی دعا اور تیسرے مظلوم کی دعا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو اوپر لے جاتا ہے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اب کہتا ہے میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کرونگا خواہ ایک مدت کے بعد کروں (ترمذی، ابوداؤ، ابن ماجہ)

آنحضرت ﷺ نے بار بار دعا کی ترغیب دی ہے تاکہ مسلمان ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اپنے لیے دوسروں کے لئے اور یہ بھی یقین دلایا ہے کہ آپ کی دعائیں خدا کے حضور ضرور قبول ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب زیادہ جلدی قبول ہونے والی دعا یہ ہے کہ غائب کے لئے دعا مانگے (ترندی۔ابوداؤد) یعنی جب کوئی آدمی کسی کی غیر موجودگی میں صرف اور صرف ایمان کے تعلق کی بنا پر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور اور جلد از

جلد قبول کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ سے جب آپؓ عمرہ کے لئے جارہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔ حضرت عمرؓ کو اس پر بہت خوشی ہوئی تھی۔

دعا میں قطعیت ہونی چاہیے جب دعا مانگیں تو قطعی الفاظ میں دعا مانگیں اور اللہ سے صاف صاف کہیں کہ خدایا مجھے یہ عطا فرما کلیر کٹ دعا مانگیں۔ پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ دعا مانگیں وہ بڑا غنی ہے اس کے خزانوں میں کمی نہیں وہ دیتے ہوئے تھکتا نہیں وہ تو مانگنے کا حکم دیتا ہے وہ تو کہتا ہے مجھ سے مانگو پھر بھی ہم نہ مانگیں تو یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی۔ وہ خدا دینے کے لئے تیار ہے اور ہم مانگنے کے لئے تیار نہیں ہو رہے۔ قرآن کریم میں ہے وقال ربکم ادعونی استجب لکم یعنی ہمارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو اسے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ الہیٰ بخش دے اگر تو چاہے تو رحم فرما اگر تو چاہے بلکہ قطعیت کے ساتھ دعا مانگنا چاہیے کہ اے اللہ مجھے یہ اور یہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (بخاری)

اسی طرح ایک اور حدیث میں بھی یہی مضمون ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ مجھے بخش دے اگر تو چاہے بلکہ پوری رغبت اور قطعیت کے ساتھ دعا مانگے خدا کے لئے کوئی چیز عطا کرنا مشکل نہیں ہے۔ (مسلم)

کونسی دعا قبول نہیں ہوتی

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ کی دعا نہ مانگے قطع رحم کی دعا نہ مانگے اور جلد بازی نہ کرے آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ جلدی بازی سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جلد بازی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص دعا مانگتا چلا گیا لیکن وہ قبول نہ ہوئی تو وہ مایوس ہو کر بیٹھ گیا اس نے دعا کرنی چھوڑ دی (مسلم)

ایک کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے پھر ہم اس کے مرتکب ہوں تو گناہ ہوتا ہے پھر ہم اللہ سے گناہ کرنے کی دعا مانگیں تو وہ قطعاً قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اللہ نے خود منع کیا ہے پھر ہم کس

امید سے اس سے دعا مانگیں۔ مثلاً" ہم کہیں یا اللہ یہ ڈاکا جو میں مارنے جارہا ہوں کامیاب ہو تو اللہ اسے کیسے قبول کرلے؟ دعائیں ایسی فضولیات اور گناہ کی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے صلہ رحمی کا متضاد قطع رحمی ہے اگر ہم خدا سے قطع رحمی کی دعا کریں تو یہ اس کے اصولوں کے خلاف ہے اس لئے یہ قبول نہیں ہوگی۔ اور جلد بازی سے منع کیا ہے یعنی ہم یہ چاہیں ہماری دعا فوراً" قبول ہو اگر فوراً" قبول نہ ہو تو ہم مایوس ہو جائیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ استقامت کے ساتھ بار بار اللہ سے دعا مانگتے رہیں ایک نہ ایک دن اللہ ضرور قبول فرمائے گا۔

دعا بھی عبادت ہے

دعا نہ صرف ایک ذریعہ ہے اللہ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا بلکہ یہ عبادت بھی ہے۔ دعا مانگنے کا بھی انسان کو اجر و ثواب ملتا ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الدعاھوالعبادۃ "دعا بھی ایک عبادت ہے"

اس حدیث کی روشنی میں جب ہم دعا مانگیں تو نہ صرف ہماری حاجتیں دعا قبول ہونے کی صورت میں پوری ہونگی بلکہ ہمیں اس کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔

جامع ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے یعنی جس طرح انسان کے مغز کو جسم میں مرکزی حثیت حاصل ہے بالکل اسی طرح عبادات کی جان دعا ہے دعا کو عبادات میں وہی حثیت حاصل ہے جو باقی جسم پر دماغ کو۔ جب انسان اپنے فرائض ادا کرتا ہے یا نماز پڑھتا اور دوسرے اچھے اعمال کرتا ہے تو اس کے بعد ان کے بدلے میں اللہ سے بھلائی اور فضل چاہتا ہے اور یہی بھلائی طلب کرنا دعا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس سے مانگا جائے اور افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی اللہ سے اس بات کا منتظر رہے کہ اس کی دعا کب قبول ہوتی ہے"

یعنی دعا مانگنے کے بعد جب تک انسان اپنی دعا کی قبولیت کا انتظار کرتا رہے تو یہ اسکی عبادت میں شامل ہے بلکہ اسے افضل عبادت کہا ہے دوسرے لفظوں میں دعا مانگنا عبادت اور قبولیت کا انتظار کرنا بھی افضل عبادت ہے۔

دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے

تقدیر کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ یہ اٹل ہوتی ہے مگر اللہ تعالٰی نے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ "میں تمہاری دعا کو قبول کرونگا" کیونکہ تقدیر اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے اور دعا بھی اسی رب سے مانگی جاتی ہے وہ چاہے تو اپنا فیصلہ بدل سکتا ہے۔

بدل جاتی ہیں تقدیریں دعاؤں کے اثر سے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دعا نافع ہوتی ہے اس بلا کے معاملے میں بھی جو نازل ہو چکی ہو اور اس بلا کے معاملے میں بھی جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو اس لئے اللہ کے بندو دعا کو اپنے اوپر لازم کرلو" (ترمذی۔احمد)

جب انسان پر کوئی آفت یا بلا نازل ہوتی ہے تو وہ اللہ کے فیصلہ کے مطابق نازل ہوتی ہے اور دعا سے اللہ تعالٰی چاہے تو اسے ہٹا سکتا ہے اور دور کر سکتا ہے اور جو بلا آنے والی ہو تو اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اسے ہٹالے۔ جب اللہ کا بندہ اس کے آگے گڑگڑاتا ہے تو وہ آنے والی یا موجودہ آفت کو انسان سے ٹال دیتا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قضا کو اگر کوئی چیز پھیرنے والی ہے تو وہ دعا ہے اور عمر میں اضافہ کرنے والی چیز نہیں مگر نیکی (ترمذی)

اگر اللہ تعالٰی اپنا فیصلہ تبدیل کرنا چاہے تو وہ دعا کی وجہ سے فیصلہ تبدیل کر سکتا ہے کیونکہ وہ پوری کائنات کا خالق و مالک اور بادشاہ ہے وہ اپنے فیصلے تبدیل کرے یا قائم رکھے اسے پورا پورا اختیار ہے چونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتادیا ہے کہ خدا اپنے فیصلے دعاؤں سے تبدیل کرتا ہے اس لئے ہم یقین کے ساتھ اس سے دعا مانگیں وہ قبول کریگا۔

دعا پوری توجہ سے مانگیں

جب دعا مانگیں تو پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہوں آپ جو کچھ مانگ رہے ہوں سوچ سمجھ کر مانگیں اور اس یقین کے ساتھ مانگیں کہ اللہ تعالٰی ضرور دیگا۔ تذبذب کا شکار نہ ہوں۔ یقین کامل ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کو پکارو اور اس یقین کے ساتھ پکارو کہ وہ تمہاری دعا ضرور قبول فرمائے گا اور جان لو کہ وہ ایسے آدمی کی دعا قبول نہیں کرتا جو اپنی دعا سے غافل ہو"

جب انسان خود یکسو نہ ہو کہ میں جو مانگ رہا ہوں وہ مجھے مانگنا چاہیے یا نہیں یا مجھے یہ ملے گا بھی یا نہیں ملے گا یا پتا نہیں خدا کب میری دعا قبول کرتا ہے؟ یا میں گناہ گار انسان خدا سے کس امید پر مانگوں؟ یا دعا مانگتے وقت وہ خیالات کی دنیا میں اتنا مگن ہے کہ اسے پتا ہی نہیں کہ میں اللہ سے کیا مانگ رہا ہوں۔ تو ایسے آدمی کی دعا قبول ہونا مشکل ہے دعا پورے ادب و آداب اور سلیقہ سے مانگیں یکسوئی اور یقین کامل کے ساتھ مانگیں اللہ تعالیٰ ضرور پوری کرے گا۔

خدا کی ناراضگی

اللہ تعالیٰ کا بندہ پر یہ حق ہے کہ بندہ مصیبت کے وقت اسی سے رجوع کرے اپنی حاجتیں اسی سے مانگے بلکہ یہ بندگی کا تقاضا بھی ہے کہ ہم اللہ سے دعا مانگیں۔ وہ کہتا بھی ہے کہ مجھ سے دعا مانگو اگر پھر بھی ہم اس سے دعا نہ مانگیں تو ہم نافرمانی کے مرتکب ہونگے حدیث شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے" (ترمذی)

خدا ہم پر کتنا مہربان ہے کہ وہ ہمیں کہتا ہے مجھ سے مانگو پھر وہ دینے کا وعدہ بھی کرتا ہے اور کہتا ہے یقین و اعتماد سے مانگو میں تمہارے زیادہ قریب ہوں میں تمہاری پکار کو سنتا ہوں اس کے علاوہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے بھی ہمیں خدا سے اپنی حاجتیں مانگنے کی ترغیب دی ہے اور خاص خاص وقت اور مواقع بتائے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ خصوصی نظر فرماتا ہے اور تمہاری دعا قبول ہوتی ہے یہ بھی بتایا کہ دعا اور قبولیت کے درمیان جو انتظار کی کیفیت ہے اس کا بھی بڑا اجر و ثواب ہے وہ بھی آپ کی عبادت میں شمار ہو گا پھر بھی ہم خدا سے دعا نہ مانگیں تو یقیناً اسے ناراض ہونے کا حق حاصل ہے۔

خدا کی رحمت سے مستفیض ہونے اور ناراضگی سے بچنے کے لئے اور اپنی حاجتوں اور مشکلات کے حل کے لئے ہمیں ہر وقت خدا سے دعا مانگنی چاہیے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دعا مانگنے کا شعور عطا فرمائے اور ہمارے اوپر اپنا خصوصی فضل عنایت فرمائے ہمارے اوپر دعاؤں کے دروازے کھول دے "کیونکہ جس پر دعاؤں کے دروازے کھل گئے اس پر رحمت کے دروازے کھل گئے" اللہ ہمیں علم نافع اور رزق واسع عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

قوموں کے عروج و زوال کے اسباب

(عبدالرشید ساہی)

جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرہ نیساں وہ صدف وہ گہر کیا

تاریخ اقوام عالم کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف ادوار میں قوموں کو عروج بھی ملا ہے اور قومیں زوال پذیر بھی ہوئیں قوموں نے فتح بھی حاصل کی ہے اور شکست بھی کھائی ہے اور تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ فتح و شکست کے اسباب ہوتے ہیں جس قوم نے فتح پائی کامیابی سے ہمکنار ہوئی جسے غلبہ نصیب ہوا وہ قوم یقیناً اس کی مستحق تھی اور ان تمام اوصاف سے متصف تھی جو فاتح ہونے کے لئے ضروری تھیں اور اس کے برعکس جس نے شکست کھائی وہ یقیناً شکست ہی کی سزاوار تھی مثال کے طور پر چنگیز خاں آندھی اور طوفان کی طرح اپنی قوم کو لے کر اٹھا اور جس طرف بھی گیا فتح اور کامرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

ہو جن کا عشق صادق وہ سمندر چیر جاتے ہیں
بھلا دیوانہ کب محتاج ہوتا ہے سفینوں کا

مسلمانوں نے بھی چنگیزیوں کے ہاتھوں شکست فاش کھائی اور بغداد میں مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنت تاخت و تاراج ہو گئی آج اگر تعصب سے بالاتر ہو کر تاریخ کے آئینے میں تمام حالات و واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو یقیناً یہ کہنا پڑے گا کہ اس وقت چنگیزی فاتح کہلانے کے مستحق تھے اور مسلمانوں کا شکست کھانا لازمی تھا علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو اپنے اشعار میں اس طرح سے بیان فرمایا ہے۔

غبار راہ گزر ہیں کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے
حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
جوانان تاتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

تاریخ سے یہ بات بھی واضح ہے کہ کسی قوم کو بھی دنیا میں ہمیشہ عروج حاصل نہیں رہا۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ "ہر کمال را زوال" مملکت روما تاریخ کے عظیم ترین اور طویل ترین مملکتوں میں سے ایک تھی یہ مملکت تقریباً ایک ہزار سال تک قائم رہی یہ مملکت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ذرا

پہلے قائم ہوئی اور حضور اکرم ﷺ کی پیدائش سے ذرا پہلے زوال پذیر ہو کر منتشر ہو گئی۔
برطانیہ کو لیجئے اس سلطنت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا۔ ایشیاء اور افریقہ کے کم و بیش تمام ممالک اس کی نو آبادیات میں سے تھے۔ مگر آج اس کی حالت یہ ہے کہ خود خانہ جنگیوں کا شکار ہے اور زندہ رہنے کے لئے دوسروں کا دست نگر ہے ہندوستان کی تاریخ پر نظر ڈالیے خاندان مغلیہ میں' بابر' شاہجہان اور اورنگزیب جیسے جلیل القدر بادشاہ ہوئے تقریباً" آٹھ سو سال تک ہندوؤں پر حکومت کی مگر آخر کار زوال کا شکار ہو گئے۔ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

زندگی اقوام کی بھی ہے یونہی بے اعتبار
رنگہائے رفتہ کی تصویر ہے ان کی بہار
اس زیاں خانے میں کوئی ملت گردوں وقار
رہ نہیں سکتی ابد تک بار دوش روزگار
ایک صورت پر نہیں رہتا کسی شے کو قرار
ذوق جدت سے ہے ترکیب مزاج روزگار

قوموں کے عروج و زوال سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ قوموں کے عروج و زوال کے اسباب ہوتے ہیں۔ قانون فطرت کے مطابق نہ کوئی قوم خود بخود نام عروج تک جا پہنچتی ہے اور نہ ہی کوئی قوم خود بخود زوال پذیر ہو کر پستی میں آگرتی ہے۔ بلکہ اگر تاریخ کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ قوموں کے عروج و زوال' فتح و شکست سربلندی اور پستی کے اسباب ہوتے ہیں قرآن حکیم سے یہ بات عیاں ہے کہ ایک قوم کو اس دنیا میں کام کرنے کا پورا پورا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو وہ قوم نتائج کی خود ذمہ دار ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے۔

ولکل امہ اجل فاذا جاء اجلھم لا یستاخدون ساعه ولا یستقدمون

"ہر قوم کے لئے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے پھر جب کسی قوم کی مدت پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی"

دراصل ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس کی اخلاقی حد مقرر کر دی جاتی ہے۔ کہ اس کے اعمال میں خیر و شر کا کم سے کم تناسب برداشت کیا جا سکتا ہے جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلے میں تناسب کی اس آخری حد سے گزر جاتی ہے تو پھر اس بدکار اور بد صفات قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔ اس طرح ایک قوم کے عروج کا زمانہ اتنا ہی طویل ہو گا۔ جتنی دیر وہ

قوم اپنے کردار اور اوصاف جلیلہ کو برقرار رکھے گی جیسا کہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

اس کے علاوہ قرآن حکیم میں امتوں یا قوتوں کی ہلاکت کے بارے میں واضح اشارے ملتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ یونس میں ارشاد ہوتا ہے۔ لکل امہ اجل ہر امت کے لئے ہلاکت ہے اور ہر اجل کے لئے ایک قانون مقرر ہے۔ ہر امت کے لئے مہلت کی ایک مدت ہے جب یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر کی تقدیم و تاخیر بھی نہیں ہوتی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد باز نہیں ہے۔ اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ جب حضور اکرم کی دعوت کسی شخص یا گروہ کو پہنچی اس وقت جو ایمان لے آیا بس وہ تو رحمت کا مستحق قرار پایا اور جس کسی نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اس پر فوراً عذاب کا فیصلہ نافذ کر دیا گیا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ یہ ہے کہ اپنا پیغام پہنچانے کے بعد وہ ہر فرد کو اس کو انفرادی حیثیت کے مطابق اور ہر گروہ اور قوم کو اس کی اجتماعی حیثیت کے مطابق سوچنے اور سنبھلنے کے لئے کافی وقت دیتا ہے۔ یہ مہلت کا زمانہ بسا اوقات صدیوں تک دراز ہوتا ہے اور اس بات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کسی کو کتنی مہلت ملنی چاہیے پھر جب وہ مہلت جو سراسر انصاف کے ساتھ اس کے لئے رکھی گئی تھی، پوری ہو جاتی ہے اور وہ شخص یا گروہ اپنی باغیانہ روش سے باز نہیں آتا تب اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فیصلہ نافذ کرتا ہے یہ فیصلے کا وقت اللہ کی مقرر کی ہوئی مدت سے ایک گھڑی پہلے آسکتا ہے اور نہ وقت آجانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے ٹل سکتا ہے ہر امت کے لے ایک مہلت یا مدت مقرر ہے اور نہ اس کے بعد بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کے لئے قانون خداوندی کے مطابق ہلاکت لازمی ہے اور اس کی ہلاکت کا وقت بھی مقرر ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ سورۃ الحجر

وما اھلکنا من قریہ الا ولھا کتاب معلوم ماتسبق من امہ اجلھا وما یستاخرون

ہم نے اس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے۔ اس کے لئے ایک خاص مہلت عمل لکھی جا چکی ہے۔ کوئی قوم اپنے وقت مقرر سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے اور ان کے بعد چھوٹ سکتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے قوموں کے عروج و زوال کے بارے میں ایک نہایت ہی فکر انگیز اور نئی بات کہی ہے۔ وہ یہ کہ اگرچہ ہر قوم اور ملت کے لئے موت متعین ہے مگر امت مسلمہ اس کلیہ سے مستثنیٰ کر دی گئی ہے۔ اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے دقیق نقطہ نظر بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت تا ابد اپنے ذمہ لے لی ہے اور اس کی ظاہری صورت یہی ہے کہ اس کتاب کے ماننے والے موجود ہوں جن کے توسط سے یہ کتاب محفوظ رہے قرآن حکیم نے اس حقیقت کو بالکل واضح طور پر بیان کیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین یعنی غلبہ تمہیں کو حاصل رہے گا۔ بشرطیکہ تم مومن ہو۔

جہاں مردان حر لیتے ہیں اک ہیبت سی ہوتی ہے
نہیں باطل کو ہوتا خوف ہر گز نازنینوں کا
جواں قومیں ہوا کرتی ہیں بس خون شہیداں سے
سروں کا تاج بنتا ہے انہی خوشتر نگینوں کا

گویا مسلمان اقوام پر غالب رہ سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مومن ہوں۔ اگر آج ہم غالب نہیں ہیں تو قرآن کے مطابق ہم مومن نہیں ہیں۔ اگر ہم قرآن کے مطابق مومن ہوتے تو ہم یقیناً برتر اور افضل ہوتے لہٰذا دہر کمال زا زوال' تاریخ عالم کو مد نظر رکھ کر رکھا گیا ہے ورنہ یہ حقیقت کا اٹل اصول یا قانون نہیں ہے ہر قوم کا عروج بھی اس کا مقدر ہے اور زوال بھی بلکہ ہر قوم عروج و زوال کی خود ذمہ دار ہے قوموں کے عروج و زوال کے بے شمار اسباب ہو سکتے ہیں۔ مگر چند اصول مسلمہ ہیں یعنی جب کوئی قوم حق پرستی' سچائی اور عدل و انصاف کو برقرار رکھتی ہے' بلند ہمتی اور شجاعت کے کارنامے انجام دیتی ہے تو وہ قوم عروج کی بلندی کی طرف سفر کرتی ہے اور جب کوئی قوم ان اوصاف سے روگردانی کرنے لگتی ہے تو قدرت کا اٹل عمل مکافات شروع ہو جاتا ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اسلام عروج کی کن کن بلندیوں پر تھا۔ یہ سب کو معلوم ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ یہی عرب جب انہوں نے اسلامی شعار کو اپنایا تو دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہ کر سکی یہاں تک کہ بڑی بڑی سلطنتیں بھی عربوں کے سیلاب کے آگے نہ ٹھہر سکیں اسی لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اس عظمت کا راز کیا ہے یہ سربلندی اور سرفرازی کس وجہ سے نصیب ہوئی قرآن حکیم میں حق تعالیٰ نے خود اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

انا اخلصنهم بخالصة ذكرى الدار ہم نے ان کو ایک خاص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا اور وہ اولا" آخرت کی یاد تھی۔ علامہؒ فرماتے ہیں۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اسلام سے پہلے زندگی کے بہت سے شعبے ایسے تھے جن کے لئے قوائد و ضوابط مرتب نہ تھے اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں حق تعالیٰ نے انسان کو دولت مند ہونے سے نہیں روکا مگر دولت استعمال کرنے کے طریقے بتا دیئے ہیں اسلام میں دنیاوی زندگی کا تصور دوسرے تمام نظریات زندگی سے

مختلف ہے یہ کائنات انسان ہی کے لئے بنائی اور سجائی گئی ہے۔
اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس دنیا کو خوب اپنے استعمال میں لائے مگر حدود میں رہتے ہوئے
ارشاد خداوندی ہے۔

وکلووشربوولا تسرفوانہ لا یحب المسرفین

کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے یعنی ہر شعبہ زندگی میں اس سے رہنمائی ملتی ہے اور حضور اکرم ﷺ کی زندگی ہم سب کے لئے ایک نمونہ ہے اور ہر عمل اور فعل میں آپ کی سنت و سیرت کے مطابق زندگی گزارنا ہی اسلام ہے۔ علامہ اقبالؒ اس کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کو مکمل بھول چکے ہیں ہم یہ بھول چکے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کیا لکھا ہے اس میں ادنی اور اعلیٰ امیر اور غریب سب شامل ہیں سربراہ مملکت شہنشاہ عالم نبی مکرم و محترم ایک چٹائی پر سویا کرتے تھے اور ساری عمر دولت دنیا کو قریب نہیں آنے دیا۔ یہاں تک کہ آپ سرکار پر ساری زندگی زکوۃ دینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ یہی ہیں وہ ارفع و اعلیٰ شخصیت جن کی اتباع کرنے کا ہمیں قرآن حکیم سے حکم دیا گیا ہے۔ مگر ہم نے حکم رب کریم کو فراموش کر دیا۔ تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ رحمت دو عالم ﷺ کی غلامی کا طوق گلے سے اتار پھینکا ہے جس کی سزا ہمیں یہ مل رہی ہے کہ آج بھی کروڑوں مسلمانوں کا یہ ہجوم ایک ایسے میدان میں کھڑا ہے جس کے اوپر کوئی چتر و سایہ نہیں۔ زمانے کی کڑی دھوپ انہیں پگھلائے دے رہی ہے۔ امت مسلمہ کی بے کسی کا یہ نظارہ کتنا عجیب اور عبرت ناک ہے جو کل تک عالم انسانی کے لئے سائباں بنی ہوئی تھی آج خود سائے کو ترس رہی ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

رو رہی ہے آج ٹوٹی ہوئی مینا اسے
رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے

کل تک جس امت کا دامن پناہ گاہ عالم تھا۔ آج خود دریدہ پیرہن ہے کل تک یہ امت کارساز کا مگار تھی آج روزگار ہے

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں گفتار دلبرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے کھو گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

کل تک جبریل امین جس کا صید زبوں تھا آج اس کا یہ حال دگرگوں ہے کل تک جو یزداں بکمند اور کی دھوم مچائے ہوئے تھی آج غیروں کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

چیتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

کل تک یہ بندگان خاکی ہمسایہ جبریل تھے۔ آج دنیا کی نظروں میں ذلیل ہیں۔ کل جو قیامت کی نظر رکھتی تھی آج اسے پل کی خبر نہیں۔ کل تک جس کی بے نیازی کے چرچے بادشاہوں میں تھے۔ آج اس کا شمار گداؤں میں ہے۔ کل تک یہ قوم جہاں نورد تھی آج کوچہ گرد ہے۔ کل تک یہ وارث لوح و قلم تھی آج یہ تختہ مشق ستم ہے۔ کل تک یہ امن عالم کی ضمانت تھی آج یہ ہدف تنقید و ملامت ہے۔ اس امت کا عروج وہ کہ قیصرو کسریٰ سلام کرتے تھے اور زوال یہ کہ ہم غیر اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

بلندی کا وہ عالم کہ "شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی" اور پستی کی حد یہ کہ ہم میر کارواں تھے اب گرد کارواں ہیں۔ حوادث زمانہ نے بہت سی تہذیبوں اور قوموں کو زخم دیئے ہیں۔ مگر امت مسلمہ کو کچھ زیادہ ہی چوٹ لگی ہے کیوں کہ یہ امت بلندی سے گری ہے۔ جو جتنا اونچائی سے گرے گا اسے اتنی ہی گہری چوٹ آئے گی۔ یہاں مجھے اپنے پیر بھائی محمد اشفاق کشتہ صاحب کا شعر یاد آگیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

مت پوچھ کہ میں کتنی بلندی سے گرا ہوں
ہے مجھ کو دلاسہ کہ میں اب ٹوٹ چکا ہوں
یہ خالق ہستی ہے تو میں باعث ہستی
اے تابش خورشید ہیں ذرے کی اناہوں

علامہ اقبالؒ نے یہی دکھڑا اپنے رب کے حضور پیش کیا تھا۔ اور انہیں اسی طرح شکایت آمیز جواب ملا فرماتے ہیں۔ میں ایک رات بارگاہ خداوندی میں زاور قطار روتا رہا اور پوچھتا رہا کہ مسلمان ذلیل و خوار کیوں ہیں جواب ملا کہ یہ قوم دل تو رکھتی ہے مگر اپنے محبوب کا تعین نہیں کر سکی۔

مولانا حالی نے کسی زمانے میں گہری مایوسی میں ڈوب کر کہا ہے

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

بحیثیت قوم ہم اس وقت اپنا اعتبار گنوا اور بھرم کھو چکے ہیں ہمارے سر سے سطوت و عظمت کی چادر اتر چکی ہے۔ وہ ہمارے آقا و مولا ہی ہیں۔ جو تمہیں اپنی چادر رحمت میں ڈھانپ لیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو
کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی
مثال ماہ چمکتا تھا۔ جس کا داغ سجود
خریدلی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

اگر ہم نے وہی اسلاف کی عظمت و سربلندی حاصل کرنی ہے۔ یہ اس وقت ہو گا جب ہم اپنے آپ کو پھر حلقہ غلامان مصطفیٰ ﷺ میں شامل کریں گے قرآن کریم کو امام بنا کر اتباع رسول ہاشمی ﷺ کی غلامی میں چلیں گے آپ سرکار ﷺ کو رہنما تسلیم کریں گے جب ہم وہی رویہ جس کا دین اسلام درس دیتا ہے وہی نصب العین وہی تہذیب اور وہی مقصد زیست اپنا لیں گے عصبیت کے تنگ نالے سے نکل کر امت کے وسیع سمندر میں شناوری کریں گے سطحی اور علاقائی مفادات کے مقابلہ میں امت کے مقصد کی نگہبانی کریں گے اور خدا کے دیئے ہوئے نظام سے جنگ آزمائی کے بجائے اس نظام کی فرمانروائی کے لئے اپنے نفس اور دنیا سے جہاد کریں گے تو خدا بھلا کیوں ہمیں ذلیل و خوار رکھے گا وہ تو منتظر ہے کہ میرے پیارے حبیب ﷺ کی امت راہ راست پر آجائے اور میں اس کو پھر سے زمانہ میں عزت و تکریم عطا کر دوں اور پھر وہی اسلاف کی عظمت و سطوت ان کے مقدور کر دوں اب یہ ہماری اپنی کاوش ہے کہ ہم کتنی جلدی اصل کی طرف لوٹ کر آتے ہیں لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تو ہم نے منزل کا تعین ہی نہیں کیا ابھی تو ہم فرنگی تہذیب کے رسیا ہو رہے ہیں تمام قوم مادیت پرستی کے درپے ہے کہ کسی طرح میں انگلینڈ یا امریکہ اور کینیڈا میں چلا جاؤں' برطانیہ اور اٹلی کی شہریت مجھے مل جائے ابھی چند روز پہلے کی بات ہے کہ اپنے آپ کو قومی لیڈر اور ہیرو کہلانے والی کراچی کی بے تاج شخصیت برطانوی پاسپورٹ ملنے پر بڑے خوش و خرم ہے دعا کیا کرو خدا کرے ہمیں دین اسلام کا پاسپورٹ مل جائے اور ہمارا واسطہ مدینہ منورہ سے ہو جائے اس طرح ہماری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں۔ آمین

کاش کوئی خاک بطحا لا کے دے
قوم کے چہرے کو لیں پھر سے نکھار
ہو جبیں روشن خدا کے نور سے
ہو بحال اقوام میں اپنا وقار
اپنے حصے کا تو کر جاؤ فقیر
پھر نہ آؤ گے جہاں میں بار بار

معزز قارئین اکرام! دنیاوی عشق و عشرت اور لہولعب میں پڑ کر کسی قوم کے افراد پست ہمت ہو

جاتیہیں اور محنت سے جی چرانے لگتے ہیں دنیاوی لذات میں پڑ کر انسان آسائشوں میں اس طرح کھو جاتا ہے کہ موت سے ڈرنے لگتا ہے اور خوف کھانے لگتا ہے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے وما ھذا الحیوۃ الدنیا الا لھو و لھب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان لو کانو تعلمون اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بھلاوا۔ اصل زندگی کا گھر دار آخرت ہے کاش یہ لوگ جانتے یہ دنیا کی زندگی ایک عارضی جائے مقام ہے اور اصل زندگی تو آخرت کی کی زندگی ہے اگر ہم لوگ اس حقیقت کو جانتے کہ دنیا کی موجودہ زندگی محض امتحان ہے اور انسان کے لئے اصل زندگی جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے آخرت کی زندگی ہے تو وہ اس قیمتی وقت کو ضائع کرنے کی بجائے اس کا ایک ایک لمحہ ان کاموں میں استعمال کرتے جو ابدی زندگی میں بہتر نتائج پیدا کرنے والے ہوں علامہ فرماتے ہیں۔

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند

بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

دین اسلام میں ہمارے قرآن میں قرآن الفرقان میں انسانوں کو عظمت و بزرگی حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں اس دنیا و آخرت کی کامیابی اور کامرانی کو پالینے کے رستے متعین کئے گئے ہیں انسانوں کو بہت سارے خداؤں سے ناطہ توڑ کر ایک اور اصل خالق کائنات کو آقا و مالک تسلیم کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا ہے اسلام میں انسانوں کو اللہ کا خوف عطا کر کے باقی تمام تفکرات حیات سے بے نیاز کر دیا جاتا ہے اسلام میں سربلندی ہے عظمت ہے کامیابی و کامرانی ہے عظمت و سطوت ہے بے نیازی و نیک انجامی ہے دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے لئے خیر و برکت کی نوید مسرت ہے اسلام میں شجاعت ہے بہادری ہے دلیری ہے سرفروشی ہے حق و صداقت ہے

کسے خبر کے ہزاروں مقام رکھتا ہے

وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روح قرآنی

کشمیر میں مجاہدین اسلام کے کارنامے ہر روز آپ سنتے ہیں انہوں نے تقریباً 7 لاکھ ہندوستانی سورماؤں کا ناک میں دم کر رکھا ہے چیچنیا میں مٹھی بھر مجاہدین نے روسی فوج جس کو دنیا کی بہترین فوج ہونے کا زعم تھا شکست و ریخت سے دو چار کر رکھا ہے افغانستان میں مجاہدین اسلام طالبان کی مثال آپ کے سامنے ہے جنہوں نے تمام دنیا جہان کے دشمنان اسلام کے خلاف علم شجاعت بلند کر رکھا ہے بھوکے، پیاسے اور بے یار و مددگار ہونے کے باوجود تمام فرنگی طاقتوں کا جو نمردی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں

کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردارا

تمام معاشی اور اقتصادی پابندی لگنے کے باوجود ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی مسلمان

جب بھی اپنے رب پر بھروسہ کر کے کفار کے مقابلہ پر آیا ہے حق نے اسے کبھی بھی ناکام نہیں لوٹایا بلکہ اس کی عزت آن اور وقار کی حفاظت خود ذات کبریا فرماتے ہیں انہوں نے علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر سچ کر دکھائی ہے

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

بتوں کو تباہ کرنے کا مسئلہ پیش آیا تو تمام دشمنان اسلام کی مخالفت اور اپنوں کی مخالفت کے باوجود بھی طالبان نے وہی کیا جو حق تھا عرب مجاہد اسامہ بن لادن کی گرفتاری کا مسئلہ پیش آیا تو انہوں نے کہا تمام افغانستان کو قربان کر دیں مگر مجاہد اسلام کو فرنگی کے حوالے نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان و عنایت سے وہ کامیاب و کامران رہے ہیں اور رہیں گے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ خود اس کا ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ ہو جائے تمام خدائی قوتیں اس کی ہم رکاب ہوتی ہیں اس لئے دنیا کی کوئی طاقت اسے شکست نہیں دے سکتی۔

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی
عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

تاریخ اقوام کا سارا نقشہ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آیئے ہم بھی اللہ کے ہو جائیں اور غلامی رسول ﷺ میں آ جائیں قرآن کو اپنا امام بنالیں اور نبی مکرم ﷺ کو رہنما تسلیم کر لیں تو تقدیر ہمیشہ تابع مسلمان رہے گی یہ میرے اور آپ کے رب کا حتمی فیصلہ ہے اس کو نہ کوئی بدل سکا ہے اور نہ بدل سکے گا کشتہ صاحب کا کلام ہے۔

ہر طرف سے کفر کی یلغار ہے
آزمائش میں میرا کردار ہے
تو نظر پھیرے تو طوفاں ہے زندگی
تو نظر کر دے تو بیڑا پار ہے

قرآن کریم کی سورہ مریم میں ارشاد ربانی ہے

ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم

اور بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اسی کی عبادت کیا کرو یہی سیدھا رستہ ہے

ڈاکٹر حمید مارکوس (جرمنی)

(ڈاکٹر عبدالغنی فاروق)

یہ میں نہیں جانتا کہ کیوں، مگر بچپن ہی سے میرے اندر اسلام کو سمجھنے کی لگن موجود تھی، چنانچہ دیگر لٹریچر کے علاوہ میں نے ہوش سنبھالنے پر قرآن کا توجہ سے مطالعہ شروع کیا' قرآن کی یہ جلد 1750ء میں چھپی تھی اور ہمارے آبائی قصبے کی لائبریری میں موجود تھی۔ یہ وہی نسخہ تھا جس سے مشہور جرمن مفکر گوئٹے نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔

میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا اور مسرت کے گہرے احساس سے آشنا ہوا کہ قرآن کے حوالے سے اسلام کی اپروچ سراسر منطق اور استدلال پر مبنی ہے۔ پھر اسلامی تعلیمات اپنے مزاج کے اعتبار سے فطری بھی ہیں اور حیرت انگیز حد تک مرعوب کن بھی۔ میں اس بات سے بھی بے حد متاثر ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں میں زبردست روحانی و سماجی انقلاب پیدا کیا جس کا سلسلہ مسلمانوں کی کوتاہیوں کے باوجود اب تک چلا آرہا ہے۔

یہ میری خوش بختی ہے کہ انہی ایام میں مجھے جرمنی میں مسلمانوں کے ہمراہ رہنے اور کام کرنے کا موقع ملا اور ان کے عادات و اطوار سے خاصا متاثر ہوا۔ ساتھ ہی میں برلن مسجد کے بانی اور جرمن مسلم مشن کے موسس سے متعارف ہوا اور قرآن پر ان کے تفسیری درس میں شریک ہونے لگا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ کئی برسوں تک میں نے اس غیر معمولی انسان کا قریب سے مطالعہ کیا ان کی روحانی پاکیزگی اور جسمانی مجاہدے نے میرے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی اور میں نے انہیں کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

اسلام قبول کرنے اور اپنے نئے مذہب کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد جس بات نے مجھے مسرت اور حیرت سے دوچار کیا وہ یہ کہ نوع انسان کے بارے میں میں غور و فکر کے بعد جن خیالات تک پہنچا تھا' اسلام نے ان کی احسن طریقے سے تکمیل کردی۔ مجھے اس حقیقت نے بھی روحانی مسرتوں

سے نوازا کہ اسلام میں خدا پر ایمان بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس نے ایک بھی ایسا حقائق کا کوئی جو آج تک ثابت ہو سکی ہو جس کی جدید سائنس جھٹلانے کی جرأت کر سکی ہو' چنانچہ اسلامی عقائد اور سائنس کے مسلّمہ نظریات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ یہ صورت حال میرے جیسے شخص کے لئے لازوال نعمت کی حیثیت رکھتی ہے جو بنیادی طور پر سائنس دان ہو اور سائنسی تحقیقات کا شیدا ہو۔ دور حاضر کے ایک انسان کے لئے اسلام کا یہ پہلو بھی زبردست افادی نتائج کا حامل ہے کہ یہ مذہب سماجی زندگی کی حد تک خشک اور بے لچک رویہ نہیں رکھتا' یہ زندگی کے ساتھ چلنے کا قائل ہے' بلکہ ایسے فطری اور باوقار نظام کا پرچار کرتا ہے جو پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ اسلامی قوانین جائز انسانی آزادیوں پر کوئی قدغن نہیں لگاتے بلکہ اس طرح کے رہنما اصول دیتے ہیں جو انسانی عزت و شرف اور وقار میں اضافہ کرتے ہیں۔

برسوں سے میں اس حقیقت کو دیکھتا چلا آرہا ہوں کہ اسلام توازن و تناسب کا حسین امتزاج ہے۔ یہ فرد کی ذات کا تحفظ و احترام بھی کرتا ہے اور سماج کے اجتماعی تقاضوں سے بھی آنکھیں بند نہیں کرتا۔ یہاں تعصب کا کہیں گذر نہیں اور رواداری کی وہ شان ہے کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے اسے قبول کرنے کی کھلی اجازت دی گئی ہے۔

سلطان العارفین حضرت بایزید سطامی رحمتہ اللہ علیہ

علم باطن میں آپ کا انتساب حضرت امام جعفر صادقؓ سے ہے۔ آپ کا نام طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے۔ آپ کے دادا پہلے آتش پرست تھے بعد میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے اسلام کی نعمت نصیب فرمائی۔ آپ حضرت احمد خضریہ رحمتہ اللہ علیہ اور ابی حفص رحمتہ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہما کے ہم عصروں میں ہیں۔ اور حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ملاقات کی ہے۔ آپ اپنے وقت کے سب سے بڑے شیخ۔ سب ولیوں کے سردار اور سلطان العارفین تھے۔ آپ کی ریاضتیں، مجاہدے، مقامات و کرامات بے شمار ہیں۔ روایات اور حدیث میں سند عالی رکھتے تھے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بایزید ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسے فرشتوں میں جبریل علیہ السلام اور فرمایا کہ میدان توحید میں چلنے والوں کی انتہا اس خراسانی (حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ) کی ابتدا ہے۔

تلاش حق

بچپن ہی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی محبت اور اپنی تلاش آپ کے دل میں ڈال دی تھی۔ آپ استاد کے پاس قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب سورہ لقمان کی اس آیت پر پہنچے ان اشکرلی ولوالدیک شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ آپ کے دل میں اس آیت کا بڑا اثر ہوا۔ استاد سے اجازت لے کر گھر واپس آئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ میں اس آیت تک پہنچا ہوں جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ فرمایا کہ میں دو گھروں کا حق خدمت ادا نہیں کر سکتا۔ اس فرمان الٰہی کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں یا تو آپ مجھے خدا تعالیٰ سے مانگ لیجئے کہ بالکل آپ ہی کا ہو رہوں یا خدا تعالیٰ ہی کو بخش دیجئے کہ اسی کا ہو جاؤں آپ کو والدہ نے فرمایا کہ جامیں نے تجھے راہ خدا کے لئے چھوڑ دیا اور اپنا حق معاف کیا۔ آپ اس اجازت سے سطام سے باہر نکلے تیس سال تک شام کے جنگلوں میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے ریاضت اور مجاہدے کرتے رہے۔ اکثر بھوکے رہتے جب آپ نماز پڑھتے تو خوف خدا اور تعظیم شریعت کے سبب سے آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے چرچراہٹ کی آواز معلوم ہوتی تھی۔

شریعت اور طریقت

فرمایا کہ ایک مرتبہ لوگوں نے ذکر کیا کہ فلاں مقام پر ایک کامل درویش ہیں میں ان کو دیکھنے

کے لئے گیا جب ان کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا میں اسی وقت واپس آگیا اور میں نے دل میں کہا کہ اگر اس درویش کا طریقت میں کچھ بھی مرتبہ ہوتا تو یہ خلاف شریعت نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے گھر سے مسجد چالیس قدم کے فاصلے پر ہے مسجد کی تعظیم کی وجہ سے میں نے کبھی راستے میں بھی نہیں تھوکا۔

سفر حج و زیارت مدینہ منورہ

آپ نے ارادہ حج سے مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا چند قدم چلتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے اس طرح بارہ برس میں مکہ مکرمہ پہنچے آپ نے فرمایا کہ خدا کا گھر دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں ہے کہ ایک دفعہ میں وہاں حاضر ہو جائیں آپ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ نہ گئے بلکہ واپس گھر تشریف لے آئے اور دوسرے سال زیارت روزہ رحمتہ اللعالمینؐ ﷺ کے لئے تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ سفر مدینہ منورہ کو سفر مکہ مکرمہ کے تابع بنانا خلاف ادب ہے۔

مخلوق خدا پر شفقت

آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کا دن آئے اور میں اپنا خیمہ دوزخ کے کنارے لگاؤں تاکہ مجھے دیکھ کر آگ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے اور میں مخلوق خدا کے لئے راحت کا سبب بنوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ملنے کا آسان راستہ

فرمایا کہ میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کریم تیری طرف آنے کا کیا راستہ ہے ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور آجا۔

کرامت

ایک بار خلوت میں آپ کی زبان سے نکلا سبحانی ما اعظم شانیؔ میں پاک ہوں اور میری شان بڑی بلند ہے جب آپ سے یہ حالت ختم ہوئی تو مریدوں نے یہ واقعہ بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا بھی تمہارا دشمن ہے اور بایزید بھی تمہارا مخالف ہے اگر تم ایسی بات میری زبان سے سنو تو میرے ٹکڑے کر دو یہ کہہ کر سب کے ہاتھ میں ایک ایک چھری دیدی۔ اتفاقاً" آپ پر پھر وہی حالت طاری ہو گئی۔ آپ کے مریدوں نے بمطابق آپ کے حکم کے آپ کو مارنے کا ارادہ کیا تو سارا گھر آپ کی شکل سے بھر گیا۔ آپ کے احباب چھریاں چلا رہے تھے مگر وہ ایسے کہ جیسے پانی میں

چھریاں چل رہی ہوں جب وہ تھک کر بیٹھ گئے تو وہ شکل مبارک آہستہ آہستہ اپنی اصل شکل میں محراب میں بیٹھی ہوئی نظر آئی تمام مرید آپ کے پاس آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ بایزید یہ ہے جسے تم اب دیکھ رہے ہو اس وقت بایزید نہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کے لئے ہماری ملاقات کا پھل لعنت ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کے لئے رحمت۔ لوگوں نے پوچھا کیسے آپ نے فرمایا ایک شخص آتا ہے اور اس وقت ہم پر ایک حالت ہوتی ہے کہ اس حالت میں ہم اپنے حواس میں نہیں ہوتے دیکھنے والا ہماری غیبت کرتا ہے اور لعنت میں پھنستا ہے دوسرا شخص آتا ہے حق کو ہم پر غالب پاتا ہے اور ہمیں معذور خیال کرتا ہے اس کے نیک گمان کا پھل اس کے لئے رحمت ہے۔

عاجزی

ایک مرتبہ آپ راستہ چل رہے تھے ایک کتا آپ کے ساتھ چلنے لگا آپ نے اپنا دامن اس سے بچایا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کتے کو بولنے کی قدرت عطا فرمائی اس نے کہا اے شیخ اگر میں خشک ہوں تو مجھ پر کوئی برائی نہیں اور اگر میں بھیگا ہوا ہوں تو مجھ میں اور آپ میں تین پانیوں میں صلح یعنی تین بار دھونے سے آپ کا دامن پاک ہو جائے گا لیکن اگر آپ کا دامن خود بینی سے ملوث ہو گیا تو پھر اگر آپ سات دریاؤں سے بھی غسل کریں تب بھی پاک نہیں ہو سکتے۔ شیخ نے فرمایا کہ تو نجاست ظاہری رکھتا ہے اور میں نجاست باطنی رکھتا ہوں آ۔ تو اور۔ میں۔ مل کر رہیں گے کتے نے جواب دیا کہ آپ کی اور میری ہمراہی نہیں ہو سکتی کیونکہ میں مردود خلائق ہوں اور آپ مقبول عالم ہیں جو کوئی میرے پاس سے گزرتا ہے وہ اینٹ پتھر میرے پہلو پر مارتا ہے اور جو شخص آپ کے پاس سے گزرتا ہے السلام علیک یا سلطان العارفین کہتا ہے حالانکہ میں بھی ایک ہڈی یا ایک ٹکڑا روٹی کل کے لئے نہیں رکھتا اور آپ کے گھر گیہوں کا مٹکا بھرا ہوا ہے شیخ نے کہا سبحان اللہ جب میں کتے کی ہمراہی کے لائق نہیں ہوں تو خداتعالیٰ کی ہمراہی سے کیا نسبت۔ آپ نے فرمایا کہ میرے دل میں آواز دی گئی کہ اے بایزید اگر تو ہمیں چاہتا ہے تو اطاعت مقبولہ اور خدمت پسندیدہ جو تو ہماری بارگاہ میں لایا ہے اس کی علاوہ وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ہے میں نے عرض کیا کہ خداوندا وہ کیا چیز ہے جو تیرے پاس نہ ہو ارشاد ہوا کہ وہ بے چارگی عجز و نیاز اور شکستگی ہے۔

ولی بڑھیا کا سبق

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کا پیر کون ہے فرمایا ایک بڑھیا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک

روز میں توحید اور شوق کے ایسے جوشوں میں تھا کہ کسی اور چیز کی ایک بال برابر بھی گنجائش نہ تھی میں بے خود ہو کر جنگل میں چلا گیا ایک بڑھیا ملی جو اپنے سر پر بوجھ لے کر آرہی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ میرے وزن کو اٹھاؤ میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں۔ اور میری حالت یہ تھی کہ میں خود کو نہیں اٹھا سکتا تھا پھر اس کا بوجھ اٹھانے کی کہاں سکت تھی میں نے ایک شیر کی طرف اشارہ کیا وہ آیا میں نے بڑھیا کا وہ بوجھ شیر کی پشت پر رکھ دیا اور اس سے کہا کہ تو شہر میں جائے تو اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا میں یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ کو نہ پہچانے لیکن بڑھیا نے کہا کہ میں نے ایک ظالم اور ایک رعنا کو دیکھا میں نے کہا وہ کس طرح وہ کہنے لگی اے بایزید کیا یہ شیر مکلف ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا کہ جس کو خدا تعالیٰ نے تکلیف نہیں دی تو اس کو تکلیف دے رہا ہے کیا یہ ظلم نہیں میں نے کہا کہ بے شک ظلم ہے پھر اس نے کہا کہ تو باوجود اس ظلم کے چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ جانیں کہ شیر بھی تیرے مطیع ہیں اور تو صاحب کرامت ہے کیا یہ رعنائی نہیں میں نے کہا میں توبہ کرتا ہوں اس فعل سے۔ اس عارفہ بڑھیا کے ان فرمانوں کا مجھ پر بہت ہی اثر ہوا۔

انکساری

آخری وقت میں آپ نے فرمایا الھی ماذکرتک الا عن غفلہ وما خدمتک الا عن فقرا ۃ اے اللہ کریم میں نے جو کچھ تیری یاد کی غفلت سے کی اور جو کچھ تیری عبادت کی قصور اور فتور سے خالی نہ تھی۔

وصال شریف

پندرہ شعبان ۲۶۱ھ بعمر تہتر (۷۳) سال آپ نے وصال فرمایا اور بسطام میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون بعد وصال کسی نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ آپ نے کہا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پوچھا کہ اے بوڑھے تو میرے لیے کیا لایا میں نے کہا خداوند جب کوئی فقیر بادشاہ کی درگاہ میں آتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ تو کیا لایا ہے بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تو کیا مانگتا ہے۔

نیک فطرت لوگوں کی خصوصیات

(میجر ڈاکٹر محمد اشفاق راجہ)

1۔ صبر و شکر 2۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مال اس کی راہ میں خرچ کرنا۔
3۔ برائی کا احسن طریقے سے دور کرنا 4۔ بے ہودہ گفتگو سے پرہیز۔
5۔ جہالت اور جاہلوں سے سرگنی۔
آٹھ باتیں درست ہونے سے خلوص آئے گا۔

1۔ دھیان 2۔ فہم 3۔ خیال 4۔ قول 5۔ عمل 6۔ روزی 7۔ کوشش 8۔ تدبر
9۔ تیاگ
نسخہ استقامت دین دل یار ولے ہتھ کار ولے۔
1۔ تلاوت۔ شہ رگ تو بہت دور ہے اے جان تمنا۔
2۔ نماز آ میرے قریب اور قریب اور قریب۔
3۔ ذکر جب تیرا ذکر چھڑ گیا صبح مہک مہک اٹھی۔
4۔ فکر جب تیرا غم جگا لیا شام مچل مچل گئی۔

مراقبہ حضوری

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے' تیرے فکر سے' تیری یاد سے تیرے نام سے

صبر کرنے والا شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو بروقت قابو میں رکھے اور اللہ کی اطاعت کرے۔ اگر اس کو آسانیاں اور نعمتیں ملیں تو اللہ کی اطاعت کرتا رہے اگر مشکلات درپیش ہوں تو بھی اللہ کی اطاعت کرتا رہے۔ شکر کرنے والا اگر اللہ تعالیٰ اس کو نعمتیں دے تو وہ کہے کہ یہ نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اس سے نعمتیں چھین لے اور مشکلات آجائیں تو یوں کہے کہ آج مشکل آگئی تو کیا ہوا؟ اب تک اللہ نے جو نعمتیں دی وہ تھوڑی نہ تھیں اور اب بھی نعمتیں تو باقی ہیں' تھوڑی سی نعمتیں چھین جانے پر اللہ کی ناشکری کیسے کروں؟ کیونکہ جس قدر نعمتیں تمہیں دنیا میں

حاصل ہیں یہ چند روزہ سامان اصل نعمتیں اور اصل ذخیرہ ہے جسے تم اللہ کے ہاں ہمیشہ کے لئے دے دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں تمہارا نصیب یہ ہے جو تم نے کھالیا' فنا ہو گیا جو تم نے پہن لیا وہ بوسیدہ ہو گیا اور جو تم نے آگے دے دیا اور اسے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا اور پھر فرمایا کہ اصل نقصان تو آخرت کا نقصان ہے اس لئے آخرت کے عذاب تک پہنچائے جانے سے پہلے پہلے اللہ کا حکم مان لو' کیونکہ اس دن اس کی رحمت کے علاوہ کوئی ٹھکانہ نہ ہو گا۔

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
کیا ہے ملک روم' کیا ہی سرزمین طوس ہے
گر میسر ہو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اس طرف آواز طبل ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو کہ قید آزر کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے' یہ دارا ہے' یہ کیکاؤس ہے

زندگی اور موت کا سوال

- جب ہمارا دین مکمل، ہمارا نبی ﷺ برحق اور ہمارا قرآن اللہ تعالےٰ کی سچی کتاب ہے تو پھر ملت اسلامیہ کے زوال کی وجہ کیا ہے؟
- جب اللہ تعالےٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم مومن ہو تو تمہیں غالب رہو گے اور یہ بھی کہ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ تو پھر ہم اسقدر مغلوب بے بس اور رسوا کیوں ہیں؟
- مسلمان نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں اور حج بھی پہلے سے زیادہ کرتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر عرس بھی خوب شاندار طریقہ سے مناتے ہیں۔ ماہ محرم میں بھی کیا جوش و خروش ہوتا ہے۔ مالدار بھی بہت ہیں اور لاکھوں لوگ کوٹھیوں، کاروں اور کارخانوں کے مالک ہیں تو پھر یہ مردنی کیوں ہے اور یہ تنزل کیوں ہو رہا ہے؟
- ہر طاقتور ملک کی نظریں ہمارے ملکوں پر کیوں لگی ہیں اور ہر طرف خون مسلم اسقدر بے دردی اور ارزانی کے ساتھ کیوں بہایا جارہا ہے؟
- نکبت و ادبار کی موجودہ حالت سے نکلنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کی جائیں اور کونسے لائحہ عمل پر چل کر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں؟

بانی سلسلہ کی تصانیف

''حقیقت وحدت الوجود'' یہ کتاب وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز ہے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دوران سلوک جو دیکھا اس حقیقت کو عام فہم دلائل کی روشنی میں نہایت ہی آسان زبان میں بیان کر دیا تاکہ متلاشیان حق راہوں میں پڑ کر گمراہ نہ ہو جائیں اس میں جو موضوعات زیر بحث آئے ہیں ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

- ☆ انسان کی بقا اور ترقی کے لئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔
- ☆ روحانی عوالم اور روح کے سفر کا حال عالم ھو کی خصوصی تشریح۔
- ☆ سلوک کے دوران کون سے مقام پر وحدت الوجود کی کیفیت محسوس و مدرک ہوتی ہے۔
- ☆ وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الووجود کو جنم دیا۔
- ☆ اس اہم سوال کا جواب ہندو مفکرین، مادہ پرست دانشوروں اور فلاسفروں نے کیا دیا ہے۔
- ☆ حضرت ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق
- ☆ روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
- ☆ حضرت حسین ابن منصور حلاجؒ کے دعوی انا الحق کی توجیہ۔
- ☆ وحدت الوجود کی قائل جماعت کے نظریات اور قرآنی احکامات کیا ہیں۔

ان تمام امور پر محققانہ بحث و تنقید کے بعد حقیقت طشت ازبام کر دی گئی ہیں اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں اور الجھنوں میں گرفتار طالبان حقیقت کے لئے یہ کتاب ایک نعمت سے کم نہیں۔